



**THE  
SENATE OF PAKISTAN  
DEBATES**

***OFFICIAL REPORT***

Tuesday, February 11, 2014

(101<sup>st</sup> Session)

Volume II, No.06

(Nos.01-10)

*Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.*

Volume-II  
No.06

SP.II (06)/2014  
15

## CONTENTS

	Page
1. Recitation from the Holy Quran.....	1
2. Dispensation of Rules Regarding Suspension of Question Hour.....	2
3. Leave of Absence .....	2
4. Presentation of Reports.....	3
5. Commenced Motion Moved by Senator Mian Razai Regarding the Political and Law and Order Situation in the Country.....	5
• Senator Nasreen Jalil.....	6
• Senator Sardar Muhammad Yaqoob Khan Nasir.....	9
• Senator Saeeda Iqbal.....	10
• Senator Ahmad Hassan.....	12
• Senator Muhammad Kazim Khan.....	15
• Senator Muhammad Mohsin Khan Leghari.....	16
• Senator Ilyas Ahmed Bilour.....	18
• Senator Abdul Nabi Bangash.....	20
• Senator Aitzaz Ahsan.....	24
• Senator Mushahidullah Khan.....	32
• Winding up Speech by the Minister of State for Interior on the Commenced Motion by Senator Mian Raza Rabbani.....	38
6. Calling Attention Notice by Senator Syeda Sughra Senator Syeda Sughra Imam Regarding Seeking reciprocity from US and Afghan Governments.....	44
7. Motion Moved by Senator Mian Raza Rabbani: Privatization Policy of the Government.....	46
8. Points of Order:	
• Senator Afrasiab Senator Afrasiab Khattak: Peace Accord with Taliban in Swat.....	47
• Senator Saeed Ghani: Removal of Chairman, PCB.....	48
• Senator Abdul Ghafoor Haidri: Kidnapping of Ulema.....	49
• Senator Haji Ghulam Ali: Withdrawal of Tax Relief.....	51
• Senator Sughra Imam: Clarification Regarding Calling Attention Notice.....	52
• Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Arrest of MQM's Workers by Law Enforcement Agencies.....	54
• Senator Shahi Syed: Strengthening of State Institutions.....	55



ممانی ہے اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا  
اور خود بھی اچھے کام کئے اور کھلم کھلا شک میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔  
(سورۃ فصلت۔ آیات 30 تا 33)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں صاحب موشن آپ move کریں گے۔

### Dispensation of Rules Regarding Suspension of Question Hour

Senator Mian Raza Rabbani: Sir I beg to move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 2012, that the requirements of Rule 41 of the said rules regarding question hour be dispensed with.

Mr. Chairman: it has been moved that under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 2012, that the requirements of Rule 41 of the said rules regarding question hour be dispensed with.

*(The motion was carried)*

### Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب افراسیاب خٹک صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۳ اور ۷ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

*(رخصت منظور کی گئی)*

جناب چیئرمین: جناب سلیم ایچ مانڈوی والا ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۳، ۴ اور ۷ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

*(رخصت منظور کی گئی)*

جناب چیئرمین: میاں رضاربانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۷ فروری کو اجلاس

میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب باز محمد خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۶ اور ۷ فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: میرا سر اللہ خان زہری صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۰ تا ۱۲ فروری ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

### Presentation of Reports

Mr. Chairman: We move on Item No 2. Senator Muhammad Kazim Khan may move Item No. 2.

Senator Muhammad Kazim Khan: Thank you, I beg to move that under the sub-rule (1) of rule 194 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, the delay in presentation of reports of the Committee on the following Private Members' Bill, be condoned till today.

- (i) The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill, 2011;
- (ii) The Constitution (Amendment) Bill, 2013 (Amendment of Article 140A);
- (iii) The Review of Innocence Claims Bill, 2012;
- (iv) The Constitution (Amendment) Bill, 2011 (Amendment of Fourth Schedule);
- (v) The Legal Practitioners and Bar Councils (Amendment) Bill, 2011;
- (vi) The Supreme Court of Pakistan (Curative

Jurisdiction) Bill; and

- (vii) The Constitution (Amendment) Bill, 2013 (Amendment of Article 63);

**Mr. Chairman:** It has been moved that under the sub-rule (1) of rule 194 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, the delay in presentation of reports of the Committee on the following Private Members' Bill, be condoned till today.

- (viii) The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill, 2011;
- (ix) The Constitution (Amendment) Bill, 2013 (Amendment of Article 140A);
- (x) The Review of Innocence Claims Bill, 2012;
- (xi) The Constitution (Amendment) Bill, 2011 (Amendment of Fourth Schedule);
- (xii) The Legal Practitioners and Bar Councils (Amendment) Bill, 2011;
- (xiii) The Supreme Court of Pakistan (Curative Jurisdiction) Bill; and
- (xiv) The Constitution (Amendment) Bill, 2013 (Amendment of Article 63);

*(The motion is carried)*

**Mr. Chairman:** Senator Muhammad Kazim Khan may move Item No. 3.

**Senator Muhammad Kazim Khan:** Thank You Mr. Chairman. I present the report of the Committee on the following Private Members' Bill.

- (xv) The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill, 2011;
- (xvi) The Constitution (Amendment) Bill, 2013 (Amendment of Article 140A);

- (xvii) The Review of Innocence Claims Bill, 2012;
- (xviii) The Constitution (Amendment) Bill, 2011 (Amendment of Fourth Schedule);
- (xix) The Legal Practitioners and Bar Councils (Amendment) Bill, 2011;
- (xx) The Supreme Court of Pakistan (Curative Jurisdiction) Bill; and
- (xxi) The Constitution (Amendment) Bill, 2013 (Amendment of Article 63);

**Commenced Motion Moved by Mian Raza  
Rabbani Regarding The Political and Law and  
Order Situation with Particular Reference to  
Recent Terrorists Activities in the Country**

Mr. Chairman: Report stands presented. We may Now take up item No. 4 regarding further discussion on the following motion moved by Mian Raza Rabbani on 3<sup>rd</sup> February, 2014. The House may discuss “ the political and law and order situation with particular reference to recent terrorists activities in the Country.”

سید ظفر علی شاہ صاحب، موجود نہیں ہیں، مولانا بخش چانڈیو صاحب، وہ بھی نہیں ہیں، مسز فرح عاقل، سردار یعقوب ناصر، ڈاکٹر محمد جہانگیر بدر، جناب عبدالنبی بنگش، محترمہ سعیدہ اقبال، جناب کریم احمد خواجہ، محمد ہمایوں خان، حافظ حمد اللہ، جناب اعتراز احسن صاحب معزز ممبران کی درخواست پر آج کا اجلاس رکھا گیا تھا جو لسٹ مجھے فراہم کی گئی ہے اس لسٹ میں سے کوئی معزز ممبر موجود نہیں ہے۔  
So, we could start the discussion.

سینیٹر اعتراز احسن (قائد حزب اختلاف): جناب والا! آپ کی بات بالکل درست ہے، اس پر کچھ نہیں کہا جا سکتا سوائے اس کے کہ افسوس کیا جائے، میں آپ کی observation کو معتبر سمجھتا ہوں، ویسے تو ہر observation کو معتبر سمجھتا ہوں لیکن یہ سنجیدہ معاملہ ہے، سردار صاحب تو تشریف لے آئے ہیں۔

جناب چیئرمین: گزارش یہ ہے کہ آپ درست فرما رہے ہیں، بہر حال آپ کہہ لیں جو کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر اعجاز احسن: میں نے صرف یہ عرض کرنی تھی کہ اس لسٹ کے علاوہ جو ممبران موجود ہیں اگر وہ کچھ اظہار خیال کرنا چاہیں تو ان کو موقع دیا جائے۔

Mr. Chairman: Can I force somebody? This is the list provided by the members. I can not force somebody to have the floor

اور اس motion پر بات کر لیں سردار صاحب آئے ہیں۔

سینیٹر اعجاز احسن: سردار صاحب کو floor دے دیں اگر اور آگئے تو ٹھیک ہے ورنہ

I will make my speech.

جناب چیئرمین: اس پر گزارش یہ ہے کہ we wanted to conclude it. راجہ صاحب وزیر صاحب کو بلا لیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب والا! انہوں نے ٹیلی فون کیا تھا اور کہا تھا کہ جس وقت چاہیں میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میرا خیال تھا کہ ساڑھے بارہ بجے تک آجائیں۔

جناب چیئرمین: نہیں آپ ان کو بلا لیں let us conclude the business تاکہ we can move on other business also جی نسرین جلیل صاحبہ۔

سینیٹر نسرین جلیل: جناب چیئرمین! The House may discuss the political and law and order situation with particular reference to recent terrorists activities in the country. سے بنا کر بھیجی گئی ہوں۔ جس طرح کراچی میں intelligence based targeted operation کے حوالے سے بات ہوئی تھی کیونکہ وہاں پر law and order کی situation اتنی خراب ہو گئی تھی کہ ہم جو وہاں پر رہتے ہیں ہمیں خود اس بات کا احساس تھا کہ وہاں پر امن لانا بے انتہا ضروری ہے، ہمیں law and order کے حوالے سے کچھ کرنا چاہیے۔ اس حوالے سے الطاف بجائی نے باقاعدہ یہ کہا کہ فوج کو یہ task دے دیا جائے کہ وہ شہر کو clean کرے تاکہ امن قائم ہو سکے۔ دہشت گردوں اور



criminals کا جو نیٹ ورک بنا ہوا ہے اس کو ختم کیا جاسکے لیکن آج پانچواں مہینہ ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ بتدریج خرابی ہو رہی ہے، کوئی آثار بہتری کے نظر نہیں آرہے۔ ہم نے یہ دیکھا کہ no go areas جو کراچی کے اطراف میں ہیں، جہاں پر نہ انتظامیہ جاسکتی ہے، وہاں پر نہ بجلی ہے، نہ پانی ہے، نہ ٹیکس دیئے جاتے ہیں، جہاں پر بچے ننگے پاؤں ہیں، جہاں پر نہ تعلیم اور نہ صحت کا کوئی بندوبست ہے۔ آپ سمجھیں کہ وزیرستان آکر کراچی کے اطراف میں بس گیا ہے، اس میں انتہا پسند، دہشت گرد اور criminals کے nexus موجود ہیں وہاں پر کارروائی کرنے کی بجائے settled areas میں آپریشن کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے آپ نے دیکھا کہ وہاں پر law enforcement agencies نے جو حالات پیدا کر دیئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ایک سیاسی جماعت کو، اس کے کارکنوں کو، اس کے ووٹرز کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! اس حوالے سے ہم نے یوم سوگ منایا، جب ہمارے ایک کارکن کو law enforcement agencies نے گرفتار کیا، اس کا بھتیجا ساتھ تھا، وہ معذور شخص تھا، اس کو انہوں نے تین تاریخ کو اٹھایا اور اس پر انتہائی تشدد کیا گیا، اس کی گردن ٹوٹی ہوئی تھی اور ایدھی کے form پر لکھا ہوا تھا کہ اس پر انتہائی تشدد کیا گیا ہے، اس کو پھینکا گیا۔ اس حوالے سے 'یوم سوگ' منایا گیا تاکہ لوگوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اسی رات کو ایک دلہا جو بارات لے کر اپنی دلہن لینے کے لیے جا رہا تھا، اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ دو گھنٹے تک باراتیوں کو پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں ہے۔ قریب ہی رینجرز کی چوکی تھی، پولیس والوں سے بھی معلوم کیا گیا تو کچھ پتا نہیں چلا پھر وہ لوگ Press Club گئے اور دلہن بھی وہاں پہنچی۔ چار گھنٹوں میں فہمہ پر اتنا تشدد کیا گیا کہ خود پولیس نے اس کو 'دارالصحت' ہسپتال میں داخل کروایا۔ جناب چیئرمین! اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ میں نے سینٹ کی Functional Committee on Human Rights کو تفصیلات دی تھیں۔ ہمارے دس کارکنان کو under custody تشدد کر کے ختم کیا گیا اور اسی طرح سے دو ہزار سے زائد کارکنان کو گرفتار کیا گیا ہے جن میں سے کم از کم اٹھارہ سو ایسے ہیں جن پر بے انتہا تشدد ہوا یا ان کو بہت زیادہ پیسے لے کر چھوڑا گیا۔ میرا آپ سے اور اس ایوان سے سوال ہے کہ جب یہ بات طے ہو گئی تھی کہ operation شروع ہو گا تو ایک کمیٹی بنے گی لیکن اب تک Monitoring Committee کیوں نہیں بنی؟ چوہدری نثار صاحب یہاں ہوتے تو بہت اچھا ہوتا، آپ مادر پدر آزاد law enforcement agencies کو کس طرح track پر لائیں گے؟ کس طرح اس operation کو

کامیاب بنائیں گے؟ جناب چیئرمین! لوگ کہتے ہیں کہ پولیس عوام سے بائیس کروڑ روپے یومیہ رشوت لے رہی ہے۔ آٹھ تاریخ کو ناظم آباد میں معراج دین نامی شخص اپنے پندرہ سالہ بچے کے ساتھ جا رہا تھا، اس کو پولیس والوں نے روکا اور دس ہزار روپے رشوت مانگی، اس کے پاس صرف دو ہزار روپے تھے، اسے دھکا دیا تو وہ گر گیا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ جناب چیئرمین! اس طرح کی چیزیں لوگوں میں بے انتہا frustration اور تشویش پیدا کر رہی ہیں۔ یہاں چوہدری نثار صاحب کو بلوائی، میرا ان سے سوال ہوگا کہ اس operation کا پرسان حال کون ہے؟ کون عوام کو جوابدہ ہے؟ ان کو کس نے اجازت دی ہے کہ لوگوں کو ہیمانہ تشدد کر کے مار کر پھینک دیں، ان سے پیسے لیں، اسلحہ، چرس اور اس قسم کے جھوٹے الزامات لگا کر ان کو جیل میں بند کریں؟ جناب چیئرمین! حالات انتہائی تشویشناک ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ کراچی وہ شہر ہے جو exchequer کو 60% سے زائد revenues جمع کر کے دیتا ہے۔ ایک سیاسی جماعت جس کا پچاسی فیصد mandate اس شہر سے ہے، اس کے electorates کو siege and search operations کر کے، معصوم لوگوں کو اٹھا کر ان سے زبردستی یہ کھلوانا کہ تم admit کرو کہ تم نے فلاں واردات کی ہے ورنہ ہم تمہیں مار کر پھینک دیں گے۔ This is the height of barbarity. ہم کسی police state میں نہیں رہ رہے، ہم خود یہ چاہتے ہیں کہ امن ہو کیونکہ جناب چیئرمین! ہمارے بچوں کا مستقبل اس شہر سے وابستہ ہے۔ اگر آپ نے کراچی کو اس طرح ہاتھ سے نکلنے دیا اور کوئی ایسی resolution pass نہ کی جو حکومت کو پابند کرے کہ کوئی Monitoring Committee بنائی جائے۔ جناب چیئرمین! Judicial Commission بھی بننا چاہیے جو دیکھے کہ کیا زیادتیاں ہو رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! شہر میں pillion riding banned ہے، اس کے باوجود بلدیہ ٹاؤن میں موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے لوگ ہلاک ہوئے۔ پرسوں ملیں موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے ہلاکتیں ہوئیں۔ Electronic market, Basen road پر واقع ہے، وہاں پر نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے دکاندار کو مارا۔ جناب چیئرمین! کیا ہو رہا ہے اور کیا improvement ہوئی ہے؟ کیوں اس operation کو ایک خاص انداز سے لے کر چلا جا رہا ہے کہ جس سے صرف وہی لوگ متاثر ہو رہے ہیں جن کا کسی نہ کسی صورت MQM سے تعلق ہے۔ جناب چیئرمین! باقی ملک کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سردار یعقوب ناصر صاحب۔

سینیٹر سردار محمد یعقوب خان ناصر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں دہشت گردی کے حوالے سے چند گزارشات کروں گا۔ جناب چیئرمین! اس وقت حکومت اور طالبان کے مذاکرات بہت اہم اور نازک مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ پوری قوم اور بین الاقوامی برادری کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں ان حالات میں ہمیں ایسے بیانات دینے، اس پر سیاست کرنے اور ایسی باتیں کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے مذاکرات کو نقصان پہنچے۔ جناب چیئرمین! یہ صرف حکومت کے مذاکرات نہیں ہیں بلکہ 9 ستمبر کو ہونے والی All Parties Conference میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ یہ مسئلہ operation کی بجائے طالبان کے ساتھ مذاکرات سے حل کرنا چاہیے۔ اس وقت سے لے کر آج تک یعنی پانچ، چھ ماہ میں حکومت نے کوئی موقع ضائع نہیں کیا، جس سے مذاکرات کے انعقاد کی صورت پیدا ہو۔ میاں محمد نواز شریف صاحب نے بہت کوشش کی کہ operation سے بچا جائے اور اس مسئلے کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے۔ میرے چند ساتھیوں کے تحفظات ہیں کہ ایک طرف مذاکرات ہو رہے ہیں اور دوسری طرف تشدد کے واقعات بھی ہو رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمیں طالبان کی مجبوریوں اور طالبان کو ہماری مجبوریوں کو سمجھنا چاہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ طالبان کے ساٹھ، ستر کے قریب groups ہیں جو ملک میں دہشت گردی کے ذریعے حالات خراب کر رہے ہیں۔ طالبان کی اکثریت حکومت کے ساتھ مذاکرات کر رہی ہے اور کچھ ایسے groups ہیں جو ان مذاکرات سے باہر ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ یہ مذاکرات کامیاب ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ groups ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو نہیں چاہتے کہ پاکستان سے تشدد ختم ہو۔ ہمیں حوصلے اور صبر سے کام لینا چاہیے اور ہو سکتا ہے کہ یہ تشدد ان دنوں مزید زیادہ ہو جائے کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ اگر مذاکرات کے دوران حالات خراب کرتے جائیں گے تو پاکستان میں ایک بڑا طبقہ یہ شور کرنے لگے گا کہ یہ کیسے مذاکرات ہیں کہ ایک طرف تشدد ہو رہا ہے اور دوسری طرف مذاکرات ہو رہے ہیں؟ اسی طرح طالبان کہتے ہیں کہ ڈرون حملے بند ہونے چاہئیں۔ مگر حکومت کی چند مجبوریاں اور دیگر وجوہات ہیں جو آپ سب کے علم میں ہیں، وہ ڈرون حملے بند نہیں ہو رہے اور نہیں ہو سکتے۔ یہ پچھلی حکومت سے آج تک ہو رہے ہیں۔ اس لیے طالبان کو بھی صبر کرنا چاہیے اور وہ کر رہے ہیں، ان سے مذاکرات کے لیے meeting ہوئی، اس کی جگہ کئی مرتبہ drone حملوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے تبدیل کی گئی لیکن وہ

مذاکرات کرتے رہے ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں بھی ان معاملات پر سوچنا چاہیے اور ہمیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے۔

جناب! جہاں تک operation کا تعلق ہے تو حکومت اور فوج کے لیے یہ کوئی کام مشکل نہیں ہے کہ وہ operation نہیں کر سکتے، وہ operation ضرور کر سکتے ہیں، مگر operation کے اثرات ہوں گے اور operation کے دوران مشکلات پیش آئیں، اگر آپ ایک دہشت گرد کو قتل کرتے ہیں تو ان کے ساتھ کئی بے گناہ لوگ بھی شہید ہو جاتے ہیں، بچے اور عورتیں شہید ہوتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ دہشت گردوں سے ملے ہوئے نہیں ہیں، ان کو علاقے سے باہر لانا پڑے گا، ان کے لیے camps لگانے پڑیں گے، ان کی تمام ضروریات زندگی پوری کرنی پڑیں گی پھر اس کے بعد وہاں پر operation کرنا پڑے گا۔ آپ اس operation کے بعد جب دہشت گردی پر قابو پالیں گے تو وہاں سے فوج اتنی جلدی فارغ نہیں ہو سکتی، وہ وہاں پر کافی لمبے عرصے تک engage رہے گی جو ملک کے مفاد میں نہیں ہے اور اتنی جلدی وہاں پر civil حکومت نہیں جا سکتی۔ ان چند گزارشات کے ساتھ میری اپنے ساتھیوں اور بھائیوں سے یہ گزارش ہے کہ ہمیں صبر سے کام لینا چاہیے۔ ہمیں ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے ان مذاکرات پر منفی اثرات پڑیں۔ آپ کی بہت مہربانی اور شکریہ۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب! آپ کا شکریہ۔ میاں رضا ربانی صاحب نے جو motion پیش کی ہے، یہ ہمارے ملک کے حالات کی ایک تصویر ہے جس کو ہم سب نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ محسوس بھی کر رہے ہیں۔ اسلام آباد جہاں ہم اور آپ رہتے ہیں، یہ سب سے چھوٹا unit ہے، یہاں پر کتنی insecurity ہے اور یہاں پر کتنی دہشت گردی ہے، یہ ایک لمبی چوڑی کہانی ہے کہ یہاں پر دہشت گردوں کے کتنے dens ہیں۔ آپ خیبر پختونخوا کو دیکھ لیں، جس دن پشاور میں دھماکا نہ ہو تو حیرت ہوتی ہے، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ دھماکا نہ ہو۔ کل بھی چار خواتین اپنی جان سے گئیں۔ ہم اس وقت جب مذاکرات کر رہے ہیں تو روزانہ پشاور، کراچی، ملتان، خانیوال، اسلام آباد اور کماں کماں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ بچے سکول نہیں جا سکتے، اگر جوان آدمی بھی گھر سے نکلے تو گھر والے پریشان رہتے ہیں، خواتین گھروں میں محفوظ نہیں ہیں۔

پاکستان پچھلے کئی سال سے حالت جنگ میں ہے اور ہم اس حالت جنگ میں ایک دوسرے کے معاملات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے، ہر ایک اپنا موقف رکھتا ہے اور دوسرے کے موقف کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، اس طرح تو معاملات حل نہیں ہوں گے۔ میں ابھی اپنی بہن نسیرین جلیل کی تقریر سن رہی تھی، میں پچھلے دو ہفتے کراچی میں رہی ہوں، آپ یقین کریں کہ کراچی میں ہر شخص سما ہوا ہے، ہر شخص ڈرا ہوا ہے، ہر شخص ایک دہشت اور خوف میں مبتلا ہے۔ ہم پشاور جاتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ ہم زندہ واپس آتے بھی ہیں کہ نہیں۔ اسلام آباد میں کوئی ترنول جائے یا کوئی بھارہ کھو جائے تو اس کی خیر نظر نہیں آتی۔ ان چیزوں کے حل کے لیے اس ایوان میں صرف بات ہو سکتی ہے، اس کے لیے political will، political stability، political forces، اور تمام political forces، bureaucracy and security agencies کو مل کر چلنا ہو گا۔ اب اگر یہ صورت حال ہو کہ security agencies کچھ کر رہی ہوں، چاہے وہ کراچی یا پشاور میں ہوں اور حکومت وقت کچھ کر رہی ہو، دوسری سیاسی جماعتیں کچھ اور کر رہی ہوں تو یہ دہشت گردی کبھی بھی ختم نہیں ہو گی اور یہ جب تک ختم نہیں ہو گی تو ہم چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ یہاں پر نہ جمہوریت ہو گی، یہاں پر نہ human rights کے issues ختم ہوں گے۔

پاکستان پر دنیا بھر میں الزامات لگائے جا رہے ہیں کہ ہم human rights کے issues کو نہیں دیکھ رہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، ہمارے معاشرے میں human rights کی اچھی روایات ہیں، مگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ پاکستان کے عام شہری کے بس کی بات نہیں ہے۔ عام شہری حکومتوں، دہشت گردوں، سیاسی پارٹیوں اور مختلف vested interests کے درمیان سہم اور دب کر رہ گیا ہے۔ اب وہ اس حد تک پہنچ گیا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا گھر بھی نہ ہو، میرے پاس روٹی بھی نہ ہو، میرے پاس کچھ بھی نہ ہو لیکن کم از کم میری اور میرے اہل خانہ کی security تو ہو۔ اب یہ security کہاں سے آئے گی، اس میں وہی بات آجاتی ہے کہ whether the civil government is incharge or the agencies are incharge, technically the civil government should be incharge and if the civil government is incharge, the civil government should take the responsibility whoever is in the civil government. ان کو چاہیے کہ پارلیمنٹ، civil society اور جو عوامی نمائندے یہاں پر بیٹھے ہیں اور society میں social influence رکھنے والے لوگ ہیں، ان سب کو ساتھ لے کر چلنا ہو گا، اگر یہ

نہیں ہوگا تو یہ حالات خراب سے خراب تر ہوں گے۔ خدا نہ کرے! ملک کے لیے ان حالات کا کوئی بہت برا نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔ آپ کا شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی قائد حزب اختلاف! آپ conclude کرنا چاہیں گے جو list فراہم کی گئی، اس میں اب کوئی Member موجود نہیں ہے۔

سینیٹر اعجاز احسن: اگر کوئی بولنا چاہتا ہے تو بات کر لے ورنہ میں اپنی گزارشات کرنا

ہوں۔

جناب چیئرمین: جی احمد حسن صاحب! آپ بات کرنا چاہتے ہیں یا آپ کا کوئی point of

order ہے؟

سینیٹر احمد حسن: جناب! نہیں میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی احمد حسن صاحب! آپ بات کریں۔

سینیٹر احمد حسن: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! اب ملک کے موجودہ حالات پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے، میرے خیال میں اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ اس پر مزید بحث کی جائے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جناب رضنا ربانی صاحب کا ایجنڈے کا ہر ایک item تناو وسیع ہوتا ہے کہ اس پر مکمل بات نہیں ہو سکتی۔ اس ایجنڈے کے item کا یہ بھی پہلو ہے کہ ہر دن روزمرہ مختلف قسم کے ملکی اور بین الاقوامی حالات ہوتے ہیں، وہ دوسرے دن کے لیے لوگوں کو پورا مواد فراہم کرتے ہیں کہ اس پر بحث کی جائے۔ میں اس میں پڑنے کی بجائے کہ ملکی اور بین الاقوامی حالات کیا ہیں اور ان کے موجودہ political صورت حال پر کیا اثرات ہیں، وہ سب کو معلوم ہیں۔ میں خیبر پختونخوا اور قبائل کے حوالے سے چند ایک بنیادی باتیں آپ کی وساطت سے قائد ایوان اور اس ایوان کے معزز اراکین کے notice میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب والا! میری جو بنیادی شکایت رہی ہے، وہ یہ ہے کہ جب بھی پاکستان مسلم لیگ برسر اقتدار آئی ہے تو اس حکومت نے خیبر پختونخوا، قبائل، FATA and PATA کی طرف سرد مہری کا مظاہرہ کیا ہے، وہاں پر دوسری حکومتوں نے اپنے ادوار حکومت میں کچھ ترقیاتی کام کئے ہیں یا جو کچھ مراعات دی ہیں، وہ واپس لی گئی ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا FATA اور PATA میں بد امنی کی جو بنیادی وجہ بنتی ہے، وہ وہاں پر معیشت کی بد حالی اور روزگار کا ناپید ہونا

ہے۔ جناب والا! nationally, internationally اور مقامی طور پر محسوس کیا گیا ہے کہ جب اس قسم کی uprising ہوتی ہے، اگر وہ شریعت کے نام پر ہو یا اس کے لیے کوئی دوسری بنیادی وجہ ہو تو اس میں وہ سارے لوگ حصہ بن جاتے ہیں جو بے روزگار ہوتے ہیں، جو معاشرے کے ٹکرائے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کی معاشرے میں کوئی respect نہیں ہوتی۔ اس پر تمام مکاتب فکر متفق ہیں کہ روزگار کا نہ ہونا، یہ خیبر پختونخوا، FATA اور PATA میں بد امنی کی بنیادی وجہ ہے۔ ہم اگر موجودہ حالات کو دیکھتے ہیں تو یہ بد امنی کے اثرات ملک کے سرحدی علاقے سے ملک میں شروع ہوئے تھے۔ اس سے پہلے بد امنی کے کچھ اثرات ملک کے دوسرے حصوں اور سرحدی علاقوں سے شروع ہوتے تھے، اب جو موجودہ صورتحال ہے یہ ملک کے دوسرے حصے سے شروع ہوئی ہے، یہ افغانستان اور Russia سے شروع ہو کر پاکستان میں سرایت کر چکی ہے، جس میں بنیادی طور پر ہمارے غلط فیصلے اور منسوبہ بندی شامل ہے۔ اس کے زیر اثر لاجمہ قبائلی علاقہ جات ہوتے ہیں اور یہ اثرات خیبر پختونخوا سے ہو کر سارے ملک میں پھیل جاتے ہیں۔ یہ آپ کے اور سارے ایوان کے علم میں ہے کہ اس کے اثرات کراچی تک پھیل چکے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ، قائد ایوان، حکومت وقت اور ہم سب اس بات کا notice لیں، مجھے اس بات کا خوف ہے کہ خوانخواستہ ایک دن چترال سے لے کر کراچی تک تشدد پسند اٹھ کھڑے ہوں اور حکومت کے پاس ان کو کنٹرول کرنے کے ذرائع اور وسائل نہ ہوں۔ یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے کہ جب کسی ایک ضلع میں بد امنی پیدا ہوتی ہے اور جب لوگ مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو اس کے سرحدی ضلع والے یہ کہتے ہیں کہ یہ تو اس ضلع، ڈویژن اور قبائل کا مسئلہ ہے، یہ تو صرف اٹک سے اس پار خیبر پختونخوا کا مسئلہ ہے اور پھر یہ اثرات پھیلتے جاتے ہیں اور جو لوگ اس کو اپنا مسئلہ نہیں سمجھتے بالآخر یہ ان کا بھی مسئلہ بن جاتا ہے۔ خیبر پختونخوا اور فاٹا کے لوگ تو بڑے سخت جان واقعہ ہوئے ہیں، اس 30 سالہ کشت و خون اور بربادی میں آپ نے اور پوری قوم نے ان کی حالت دیکھی ہے، ہم اس معاشی بد حالی کے باوجود ان کی زندگی کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو سنبھال رہے ہیں، اس قسم کی uprising میں اور ان کے خانہ بدوش ہونے کے باوجود آپ نے دیکھا کہ پختون لوگوں نے کس طرح یہ مصیبتیں جھیلیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت وقت کے ساتھ ساتھ یہ باتیں بھول جاتی ہیں، یہ بھولنے والا اور وقت گزارنے والا عمل تباہ کن ہے، ہمیں یہ رویہ چھوڑنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! جن علاقوں میں اس وقت کی حکومتوں نے جو منسوبہ بندیاں کی ہوتی ہیں اور جن پر عمل شروع کیا جا چکا ہوتا

ہے، ان کو جاری اور ساری رکھنا چاہیے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ معاشی بد حالی کے سدباب کے لیے وسائل کے ذرائع ہونا بہت ضروری ہیں۔ مثال کے طور پر 's 70 میں شدید ذوالفقار علی بھٹو نے چترال سے جنوبی ایشیا تک کے لیے لواری ٹنل کا منصوبہ بنایا تھا اور اس وقت کا آمر جب حکومت میں آیا تو اس نے وہ منصوبہ اس بہانے سے روک دیا کہ یہ feasible نہیں ہے، پھر جب دوسرا آمر آیا تو اس نے بھی اپنی رائے دی کہ وہ feasibility ٹھیک نہیں تھی لہذا ہم اسے اپنی feasibility کے تحت بنائیں گے اور اس سڑک کو rail tunnel میں تبدیل کر دیا گیا۔ بالآخر وہی منصوبہ صحیح ثابت ہوا جو شدید ذوالفقار علی بھٹو نے خیبر پختونخوا اور سارے پاکستان کے لیے سوچا تھا۔ ہماری حکومت پاکستان پیپلز پارٹی نے industrial sector میں کارخانوں کے لیے جو مراعات دیں، انہیں بعد میں آنے والی PML(N) کی حکومت نے واپس کر دیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے اپنے مختصر وقت میں جب تحریک نفاذ شریعت کے حوالے سے مالاکنڈ میں uprising تھی تو وہاں پر 27 ارب روپے کا ایک بڑا package منظور کیا، وہ شروع ہونے کو تھا کہ بد قسمتی سے PML(N) کی حکومت کے آنے کے بعد وہ منصوبہ ختم ہو گیا۔ ان چیزوں سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں الزامات لگا رہا ہوں، میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ بد امنی میں معاشی بد حالی اور بیروزگاری بنیادی عنصر ہوتا ہے اور جب کوئی بھی حکومت منصوبہ بندی کرے تو subsequently آنے والی حکومتوں کو چاہیے کہ ان پر عمل جاری رکھنا چاہیے، اگر ہم ایسا نہیں کریں گے اور ان مسائل کو انہی علاقوں کے مسائل جانیں گے تو یہ مسائل ہمارے ان علاقوں میں بھی آجائیں گے جہاں پر کہ لوگ ان علاقوں کے مسائل کو اپنا نہیں سمجھتے۔

جناب چیئرمین! میری اس پورے ایوان سے اور حکومت وقت سے درخواست ہے کہ خیبر پختونخوا، فاٹا اور پٹان میں لوگ مشکل صورتحال سے دوچار ہیں، ان کے وسائل اور بیروزگاری دور کرنے کے ذرائع ڈھونڈنے چاہئیں، ان کے اداروں کو مضبوط کرنا چاہیے۔ خیبر پختونخوا، مالاکنڈ ڈویژن اور فاٹا کے لوگوں کا اب ذریعہ معاش یہ ہے کہ ہمارے جو بھائی باہر ممالک میں، middle east میں مزدوری کرتے ہیں ان کا بھیجا ہوا سرمایہ آیا ہے۔ مجھے بتائیں کہ وہاں کوئی کارخانہ چلتا ہو۔ یہ وقت غفلت برتنے اور وقت گزارنے کا نہیں ہے، یہ تندی اور مستعدی کا وقت ہے، اس کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی جانی چاہیے اور اس پر تسلسل سے عمل کیا جانا چاہیے۔ میں انہی معروضات کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کاظم خان صاحب۔



سینیٹر محمد کاظم خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں صرف چند الفاظ کہنا چاہوں گا۔ یہاں پر کچھ دوست احباب نے یہ کہا کہ پر تشدد واقعات مزید ہوں گے اور انہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ حالات ہم سب سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، چاروں صوبوں کے حالات آپ کے سامنے ہیں، کراچی، سندھ، خیبر پختونخوا، پنجاب کہیں ایسا نہیں ہے کہ terrorist activities نہ ہو رہی ہوں۔ مجھے ایک خط یاد آتا ہے جو ایک بڑے اچھے کالم نویس نے لکھا کہ گھر میں اکرم کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے، اسلم کی آنکھ خراب ہو گئی ہے، بیوی کا پیٹ درد کرتا ہے، وغیرہ۔ اس میں انہوں نے ساری چیزیں لکھیں اور آخر میں لکھا کہ اور سب خیریت ہے۔ جناب والا! جو حالات نظر آتے ہیں کہ ساری چیزیں کو دیکھ کر کہنا کہ اور سب خیریت ہے، یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے، کم سے کم میری سمجھ میں آنا چاہیے کہ یہ سب خیریت کیا ہے۔ میں تھوڑا سا وکالت کے پیشہ سے منسوب ہوں۔ جب وکلاء کا الیکشن ہوتا ہے اور وہاں بعض groups ہوتے ہیں، انہوں نے اپنا ایک سسٹم بنایا ہوتا ہے، ان کی ایک logic ہوتی ہے یا انہوں نے ایک paraphernalia بنایا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے یاد آتا ہے کہ کچھ groups ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ جسے کھڑا کرو، اسے support نہ کرو، جسے support کرو، اسے ووٹ نہ دو اور جسے ووٹ دو، اسے ہونے نہ دو۔ ہمارے profession میں یہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ ہمارے وکلاء کے تین چار channels ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اس حکومت کے تقریباً 6 channels سے زیادہ ہیں۔ میں تھوڑا پڑھا لکھا ہوں، زیادہ تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن یہ ضرور ہے کہ مجھے ان مذاکرات کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔ بدبختی یا خوش قسمتی دونوں میں کہہ سکتا ہوں کیونکہ میں مذاکرات کا مخالف نہیں ہوں کیونکہ میری field ہی یہ ہے کہ negotiation ہونی چاہیے اور ضرور ہونی چاہیے۔ کبھی تلوار کے زور پر یا بندوق کے زور پر معاملات حل نہیں ہوتے۔ اسلام تلوار کی وجہ سے نہیں بلکہ پیار و محبت کی وجہ سے پھیلا ہے۔ میں مذاکرات کی نفی تو نہیں کرتا لیکن یہ تو نظر آنا چاہیے کہ مذاکرات کس سے ہو رہے ہیں۔ خدارا! کچھ تو بتایا جائے اگر ایسی چیز ہے جو وکلاء کے تین چینلز ہیں اس طرح کی بات چیت چلتی رہے آخر میں اس کو ووٹ بھی نہ دیا جائے اور اس کو ہونے بھی نہ دیا جائے۔ آخر میں یہ کہہ دیا جائے کہ یہ مذاکرات fizzle out ہو گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ قوم کو تین حصے مت بتائیں، قوم کو ¼ تو بتائیں کہ یہ ہو رہا ہے اور آپ پر امید رہیں۔ یہاں تو یہ بھی نہیں پتا کہ کس سے مذاکرات ہو رہے ہیں، کس سے نہیں ہو رہے۔ طالبان کا جو امیر ہے فضل اللہ وہ تو افغانستان میں بیٹھا ہوا ہے۔ بات چیت اگر کسی سے ہو رہی ہے تو وہ سمجھ نہیں آرہی کہ کون آدمی ہے

جس سے بات چیت ہو رہی ہے۔ یہ بھی حکومت کے اختیار میں ہے کہ وہ مخفی رکھے لیکن میں حکومت وقت اور ارباب اختیار سے یہ ضرور کہوں گا کہ کم از کم لوگوں کو پر امید کرنے کے لیے تھوڑا کچھ بتادیں تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں اور یہ بتانے کے لیے کامیابی کے راستے پر گامزن ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی محسن لغاری صاحب۔

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: شکریہ۔ جناب چیئرمین! General Law and order situation کی discussion some how focus ہو کر رہے گی یہ جو ہماری peace talk طالبان کے ساتھ چل رہی ہیں۔ میری آپ کے توسط سے اس ایوان کے سارے دوستوں سے اور ہمارے میڈیا کے جو بھائی ہیں ان سے بھی گزارش ہوگی کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر ہم sensationalism کے لیے جب ہم جاتے ہیں تو جو National Interest ہے وہ compromise ہو جاتا ہے اور ہم half cooked باتیں، آدھی باتیں جن کا ابھی تک کوئی سرپیر نہیں بنا، کوئی چیز واضح نہیں ہوئی ان کے اوپر ہم discussion کرتے ہیں، تجزیے دیتے ہیں اور پوری قوم کو ایک suspense کی حالت میں رکھتے ہیں اور as national emotions high and low ہو جاتے ہیں کہ کہیں سے کوئی ایک خبر آئی کہ اس چیز پر اتفاق ہو گیا اور کہیں سے ایک خبر آئی کہ اس چیز پر disagreement ہو گیا تو ہم بطور قوم edge پر بیٹھے ہوتے ہیں کہ ہو کیا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! ایک بنیادی سی بات یہ ہے کہ policy making حکومت کی ذمہ داری ہے۔ فیصلہ حکومت نے کرنا ہے اور اس کے جو consequences ہوں گے ان کو بھی حکومت نے ہی face کرنا ہے۔ ہم سب Parliamentarians سے بھی input لینے چاہیے، ہمارے جو دانشور ہیں ان سے بھی input لینے چاہیے، جو مختلف امور کے ماہرین ہیں ان سے بھی لینے چاہیے لیکن بلا آخر فیصلہ حکومت وقت نے کرنا ہے اور اس کو کیسے آگے لے کر چلانا ہے اس کا اختیار بھی حکومت کے پاس ہے۔

جناب والا، ہماری حکومت نے اور مختلف حکومتوں نے مختلف وقتوں میں اس پر پیش رفت کی ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے اور یہ مسئلہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ہمیں بظاہر اس کا کوئی simple solution نظر نہیں آتا اور دنیا میں جہاں بھی ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں کبھی کوئی simple solution سامنے نہیں آیا اور اس قسم کے حالات برسہا برس چلتے رہے ہیں۔ recent past کی جو مثالیں مجھے یاد

آتی ہیں ان میں نائل ٹائیگر کا مسئلہ تھا۔ آج بھی فلسطین میں جو مسلم علاقے ہیں ان کے اندر ایک unrest ہے talks بھی ہو رہے ہیں اور ساتھ ان کا Military operation بھی چل رہا ہے۔ کل پرسوں net پر میں دیکھ رہا تھا کہ talks کے اندر کچھ successes بھی ہوئی اور اس سے اگلے دن کی خبر ہے کہ جو چالیس دہشت گرد تھے وہ مارے گئے ہیں یہ سب چیزیں ساتھ ساتھ چلتی رہی ہیں۔ ہم Irish Republican Army دیکھتے ہیں Ireland کے اندر وہاں پر بم دھماکے بھی ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ مذاکرات بھی چل رہے تھے اور جو دو National Parties تھیں ان کے ساتھ مذاکرات چل رہے تھے اور after everything had been concluded only then the British Government admits کہ ہاں ان کے ساتھ حکومتی سطح پر بھی بات ہو رہی تھی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے اندر جو طریقہ کار کامیابی کے ساتھ ان مسئلوں کو حل کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ ساتھ ساتھ مذاکرات بھی ہوتے ہیں اور جو مذاکرات ہوتے ہیں یا جو چیزیں ہوتی ہیں وہ public scrutiny اور میڈیا کی آنکھوں سے پیچھے پس پردہ چل رہی ہوتی ہیں تاکہ وہ influence نہ ہوں اور rational decisions ہوں اور unfortunately جو playing to the gallery ہوتی ہے اس کے مطابق نہیں بلکہ یہ چیزیں نہایت professional طریقے سے پس پردہ بیٹھ کر ہوتی ہیں۔ کہیں کچھ مذاکرات کرنے ہیں یا کچھ چیزوں پر لچک دکھانی ہے، کن چیزوں پر سستی سے اپنے موقف پر قائم رہنا ہے وہ ساری چیزیں قوم کے سامنے لمحہ بہ لمحہ نہیں رکھی جاتیں اور جب باتیں بالکل mature ہو جاتی ہیں، بات چکی ہو جاتی ہے تو وہ تب سامنے آتی ہے کہ اس کو لے کر آگے چلیں۔

جناب چیئرمین! اس قسم کے decision making کرنے کے لیے ہمارا جو نظام حکومت ہے اس میں ایک National Security Council بنی تھی۔ اس کے بعد ایک Defence Committee بنی تھی اور ابھی ایک Cabinet Committee on National Security ہے جس میں حکومت کی عسکری اور سیاسی قیادت بیٹھ کر ان معاملات کو دیکھتی ہے اور عسکری قیادت کی اس میں ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ اگر کہیں پر force کو استعمال کرنا ہے تو ہماری عسکری capability تیاری اور ان results کو face کرنے کے لیے کس طرح ان کو پایہ تکمیل کو پہنچانا ہے، اس کے اندر جہاں force کی ضرورت پڑے تو ہماری preparedness کا کیا حال ہے اس کو ہم نے وہاں پر لے کر چلنا ہے۔ میری ایک گزارش پھر آپ کے توسط سے سب لوگوں سے ہوگی کہ بجائے اس کے کہ ہم sensationalism یا blame game کی طرف جائیں اس کو زیادہ discuss ہی نہ کریں۔ اور ہم ان

معاملات کو چلنے دیں اور جب بات کہیں پہنچے تو پھر میری حکومت سے گزارش ہوگی کہ جب کوئی چیز final ہو تو اس کو قوم کے سامنے لائیں اور جب بھی مناسب سمجھیں official releases کے اندر ہوں rather than جو مذکراتی ٹیمیں ہیں وہ ٹی وی پر بیٹھ کر ٹاک شوز کے اندر قومی سلامتی کو زیر بحث نہ لائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ الیاس بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ بڑا عجیب سا target ہے جو resolution ہے یہ ایسی ہے کہ اس میں جب بات نہ کریں تب بھی گناہ ہے، کریں تب بھی گناہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے ابھی لغاری صاحب نے ایک بات کی میں اس سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ مجھے یہ بتائیں کہ Ireland کے ساتھ جب انگلینڈ کا اسکاٹ لینڈ کے ساتھ انگلینڈ کا جھگڑا ہوتا ہے تو کبھی کوئی ٹی وی پر دوسرے آدمیوں کو لاتا ہے اور وہاں بٹھا کر بات کرتا ہے؟ دوسری تامل ٹائیگر کی بات ہوئی تھی تو کیا ان کو ٹی وی پر لاکر بحث کی جاتی تھی، کبھی بھی نہیں۔ آج پاکستان میں جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے، جو ہمارے سینیٹ کے regular ممبران صاحبان ٹی وی پر موجود ہوتے ہیں اور کل ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ کل صرف دو طبقوں کو بٹھایا گیا تھا، علماء حضرات کو اور کوئی negative, positive باتیں ہو رہی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ مذاکرات ہو بھی رہے ہیں تو اس کو مہربانی کر کے حکومت اپنے پاس رکھے اور اس کو سنبھال کر رکھے۔ حکومت کی طرف سے جب تک وہ مناسب سمجھے عوام کو بتائے۔ عوام میں اتنا عجیب سا وسوسہ پیدا ہو گیا ہے کوئی کہتا ہے یہ اسلام نہیں ہے، کوئی کہتا ہے یہ آئین نہیں ہے، کوئی کیا کہتا ہے سمجھ نہیں آرہی۔ لوگ مبارکبادیں دے رہے ہیں۔ یہاں پر لوگ مبارکباد دے رہے ہیں۔ میرے ہاں کل بھی چار دھماکے ہوئے۔ فاٹا اور پختونخوا میں۔ شکریہ کہ وہ دھماکے جنازے میں نہیں ہوئے۔ وہ آدمی جنازے میں دھماکا کرنے کے لیے آیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ کل جنازے میں دھماکا نہیں ہوا۔ ایک آدمی جنازے میں دھماکا کرنے کے لیے آیا اور وہ ایک گھر پر چلا گیا اور وہاں دھماکا کیا جس سے چار عورتیں بے چاری شہید ہو گئیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایک طرف مبارکیں دی جا رہی ہیں جبکہ دوسری طرف دھماکے ہو رہے ہیں۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ آخر پختونخوا پاکستان کا حصہ ہے یا نہیں؟

جناب! دوسری بات، ہم چیزوں کو عدالت میں لے جانے کے قائل نہیں ہیں لیکن ہمارے industrialists یعنی خیر پختونخوا چیمبر نے ہائی کورٹ میں ایک کیس کیا تھا۔ ہائی کورٹ کی تفصیلی judgement آگئی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ fuel surcharge خیر پختونخوا پر نہیں لگنا چاہیے۔ الحمد للہ، ہم نے وہ کیس جیتا اور اس پر stay ہوا۔ بات یہ ہے کہ بجلی کا fuel surcharge ہم پر اس لیے نہیں لگنا چاہیے کہ ہماری hydro کی surplus production ہے جو ہم دے رہے ہیں۔ 1991 میں ایک معاہدہ ہوا تھا، اس وقت ہماری حکومت تھی اور ہم مسلم لیگ (ن) کے ساتھ شریک تھے۔ انہوں نے مرکز میں ہمارے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت ہمیں 6 ارب روپے ملے۔ اس وقت بجلی کا ریٹ 1.82 روپے فی یونٹ تھا۔ میرے پاس پورے ثبوت موجود ہیں۔ میں انڈسٹری کی بات کر رہا ہوں۔ آج ہم سے بجلی 15 روپے یونٹ کے حساب سے charge ہو رہی ہے جبکہ fuel surcharge کے ساتھ 18 روپے بن جاتی ہے، مطلب 15 روپے سے کم نہیں ہے۔ جس وقت ہمیں 6 ارب روپے دینا شروع کیے گئے، اس وقت بجلی کی قیمت 1.82 روپے فی یونٹ تھی جبکہ آج اگر بجلی کی قیمت 15 یا 18 روپے ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیے؟ کیوں ہمارے پیسے 6 ارب روپے سے نہیں بڑھتے؟ کہا جاتا ہے کہ وہ cap ہو گئے ہیں۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم پچھلی حکومت میں اس معاملے میں زیادہ آگے نہیں بڑھ سکے گو کہ ہم نے کوشش بڑی کی۔ بہر حال، ہم پوچھتے ہیں کہ وہ پیسے cap کیوں ہوئے ہیں؟ اس وقت اینٹ کا کیا ریٹ تھا، سیمینٹ کا کیا ریٹ تھا، بجری کا کیا ریٹ تھا اور کھانے پینے کی چیزوں کا کیا ریٹ تھا؟ اگر ان چیزوں کی قیمتیں زیادہ ہوئی ہیں تو ہمارے اس 6 ارب روپے کے پیکیج کو بھی definitely پینتیس چالیس ارب ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو ریٹ charge کیے جا رہے ہیں، وہ زیادہ ہیں۔

بد قسمتی یہ ہے جیسے احمد حسن صاحب نے کہا کہ 'ن' لیگ کی حکومت جب بھی آتی ہے، پچھلی حکومت نے جو incentives دیے ہوتے ہیں، ان کو بھی واپس لینے کی کوشش کرتی ہے۔ پچھلی حکومت نے تین سال کے لیے خیر پختونخوا کے most affected علاقوں کے لیے انکم ٹیکس کا ایک پیکیج دیا جس کے تحت انہیں تین سال کے لیے tax میں چھوٹ دی گئی۔ یہ جو تین سال کے لیے free پیکیج دیا گیا، اس کا کیا انجام ہوا؟ انجام یہ ہوا کہ آج یہ جو نئی حکومت آئی ہے، اس نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے کہ آپ turnover tax دیں۔ اب اگر ہم turnover tax دیں تو اس سے ہمارا incentive تو بالکل ختم ہو گیا۔ پچھلی حکومت نے ہمیں ایک incentive دیا جبکہ اس وقت پشاور کے

کشمشرا انکم ٹیکس وغیرہ کو یا ان کے بڑوں کو جو target دیا گیا تھا، انہوں نے اپنا target بھی recover کیا۔ کئی ایسے علاقے تھے جہاں وہ نہیں تھا یعنی پورے صوبے میں نہیں تھا لیکن پورے صوبے میں ایک advantage انہوں نے دیا تھا کہ پورے صوبے میں mark up rate کا charge 7.5% کیا جاتا تھا، باقی مرکزی حکومت اپنے پاس سے دیتی تھی۔

ہم نے کئی بار موجودہ وزیر خزانہ سے اور موجودہ چیف منسٹر سے یہ request کی ہے، پریس میں بھی request کی ہے، آج اس ایوان کی وساطت سے بھی request کرتے ہیں کہ خدارا! اگر ہمیں نئے incentives نہیں دے سکتے تو جو پرانے incentives ہمیں ملے ہوئے ہیں، ان کی charging کیوں شروع کر دی ہے؟ انہوں نے نیا کام شروع کر دیا ہے کہ جو incentives ملے ہوئے ہیں، کھتے ہیں ان پر ہمیں turnover tax دو۔ کوئی بھی چیز جو import کی جاتی ہے، اس کا ایک الگ ریٹ ہوتا ہے۔ جب اس میں value addition کر کے اس سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے تو اس کا ریٹ بڑھ جاتا ہے۔ اگر اس میں سے 2% لے لیا جائے تو پھر ہمارے پاس انکم ٹیکس کی چھوٹ ہی کیا رہی؟ کچھ بھی نہیں رہا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ خدارا! پختونخوا بھی اس پاکستان کا صوبہ ہے، 'ن' لیگ دو مرتبہ وہاں حکومت کر چکی ہے، اللہ کے واسطے! ہمارے ساتھ کیوں ظلم کیا جا رہا ہے؟ پختونخوا کے لوگ ایک طرف مر رہے ہیں، ہم پر ہر وقت قیامت طاری ہے، آگے پیچھے پولیس والوں کو لے کر ہم پھرتے ہیں، اکیلے پھر نہیں سکتے، کہیں نکل نہیں سکتے، بچے سکولوں میں نہیں جاسکتے، دوسری طرف ہمارے ساتھ ایسا ظلم کیا جاتا ہے کہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ law and order situation بھی زیادتی ہے اور آج جو ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے، مرکزی حکومت نے سپریم کورٹ میں جا کر leave grant کروالی ہے، یہ بھی زیادتی ہے۔ خدا کا واسطہ! عدالت کا ایک تفصیلی فیصلہ آیا ہے، ہم تو یہاں کوشش کرتے ہیں کہ یہاں مسئلہ حل ہو جائے، نہیں ہوتا تو مجبوراً عدالتوں میں دوسروں کے ذریعے جانا پڑتا ہے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ عبدالنبی بنگلش صاحب۔

سینیٹر عبدالنبی بنگلش: شکریہ جناب چیئر مین۔ میرے معزز ساتھیوں نے کافی باتیں کی ہیں۔ جناب چیئر مین! میں حال ہی میں ہونے والی نئی developments کے متعلق بات کرنا چاہوں

گا۔ حکومت نے bluff کھیل کر ایک ایسی کمیٹی قائم کی جنہیں semi Taliban کہا جاسکتا ہے۔ حکومت کو پارلیمان میں کوئی ایک بھی صاحب بصیرت اور قابل انسان نظر نہیں آیا۔ میرے خیال میں انتہائی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کم از کم حکومت کا وزیر داخلہ اسے head کرتا تو ہم سمجھتے کہ اس کی کوئی value ہے۔

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، پچھلے دور میں اٹھارھویں ترمیم منظور ہوئی جو کہ ایک historical amendment ہے۔ پینسٹھ سالوں کا گند پڑا تھا، مختلف dictators نے آئین میں کافی dents ڈالے ہوئے تھے، اس میں concurrent list کا معاملہ تھا، provincial autonomy تھی، خیبر پختونخوا کے نام کا معاملہ تھا، غرض بڑی تاریخی اور بڑی controversial چیزیں تھیں۔ یہاں اکبر بگٹی کے واحد سینیٹر جناب شاہد بگٹی، جو دونوں ایوانوں میں ایک ممبر تھے، اس کمیٹی کے رکن تھے۔ عبدالرحیم مندوخیل دونوں ایوانوں میں محمود خان اچکزئی کے ایک سینیٹر، وہ بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ جماعت اسلامی کے پروفیسر ابراہیم اور پروفیسر خورشید صاحب ممبران تھے۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے اسحاق ڈار صاحب اور احسن اقبال صاحب اور اسی طرح پیپلز پارٹی، اے۔ این۔ پی، ایم۔ کیو۔ ایم، جمعیت علماء اسلام کے، فاٹا کے، غرض یہ کہ ہر پارٹی اور ہر صوبے کی نمائندگی اس کمیٹی میں شامل تھی۔ جناب! اس کمیٹی کی 79 sittings ہوئیں، اندر بڑی گرمی بھی رہی کیونکہ 65 سال کے مسائل بھرے پڑے تھے لیکن جناب! ان parliamentarians نے اور ان کی لیڈرشپ نے وہ کچھ کر دکھایا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ممبران تو پارٹیوں نے دیے تھے لیکن جب میٹنگ ختم ہوتی، disperse ہوتی تو definitely ہر ممبر اپنی قیادت کے پاس جاتا اور ان کو بتاتا کہ ہم یہاں آئے ہیں، یہاں deadlock پیدا ہو گیا ہے یا یہ ہماری demand ہے، آگے کیسے جائیں۔ اس پر لیڈرشپ نے بھی رہنمائی کی۔ کوئی بتا نہیں سکتا کہ کسی ایک ممبر نے یا کسی پارٹی کے سربراہ نے آگر پریس میں کوئی بریفنگ دی ہو، کوئی controversial بات کی ہو یا کسی نے oppose کیا ہو۔ No doubt کہ وہ اپنے صوبے اور اپنے حقوق کے لیے لڑ رہے تھے لیکن اس کے نتیجے میں 18th Amendment جو نئی قومی اسمبلی میں آئی without any problem unanimously pass ہوئی اور اسی طرح اس ایوان سے بھی pass ہوئی۔

جناب والا! اگر حکومت نے ایک bluff کھیلنا تو طالبان نے اس سے double چالاکی دکھائی۔ طالبان نے جو کمیٹی بنائی، آپ اسے کمیٹی کہیں یا کچھ بھی کہیں، اس کے دو صاحبان نے میرے خیال میں اس لیے صحیح کیا ہے کہ اگر آپ جرگہ ممبر کو منتخب کرتے ہیں یا اگر آپ کسی وکیل کو hire کرتے

میں تو پہلے آپ سے اعتماد میں لیں گے، اسے اپنا مقدمہ بتائیں گے، آپ اسے اپنی demands بتائیں گے، اگر وہ آپ کے معیار پر پورا اترتا ہے یا وہ آپ کی وکالت کرنے کو تیار ہے then you can announce him. مجھے ایک بات پر حیرانی ہے کہ کل جو کمیٹی گئی اس کے پانچ میں سے صرف ڈیڑھ ارکان وہاں گئے بلکہ میں یہ کہوں کہ صرف سوا ارکان پر مشتمل کمیٹی وہاں گئی تھی کیونکہ طالبان کی طرف سے صرف ایک ممبر ہیں اور دوسرے صاحب coordinator ہیں۔ دو ارکان پہلے دن ہی withdraw ہو گئے اور تیسرے ممبر مولانا عبدالعزیز صاحب اپنی press conference کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ طالبان مجھے مسلسل فون کر رہے ہیں لیکن میں اس لیے ان کی call attend نہیں کر رہا کہ پہلے میں اپنی بات کروں گا، press conference کروں گا، اپنا نقطہ نظر بتاؤں گا بعد میں ان کی بات سنوں گا۔ یہ تو مدعی سست گواہ چست والی بات ہو گئی۔ مدعی کہتا ہے کہ میں نے دفعہ 307 کے تحت FIR درج کروانی ہے اور اس کا وکیل یا جج کہتا ہے کہ نہیں آپ دفعہ 302 کے تحت FIR درج کروائیں۔ یہ کس طرح کی کمیٹی ہے؟ ایک ممبر وہاں press conference کر رہے ہیں، دوسرے ممبر یہاں لال مسجد میں press conference کر رہے ہیں، تیسرے یوسف شاہ صاحب coordinator وہ بھی press conference کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! کل میں نے مولانا عبدالعزیز کو Capital Talk میں اور پرسوں ان کی press conference کو سنا، حیرانی کی بات ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے فوجیوں کے جنازے ناجائز ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بقول ان کے ہمارے جو فوجی وہاں شہید ہو رہے ہیں خدا نخواستہ وہ حرام کی موت مرتے ہیں اور منور حسن صاحب نے جیسے کہا تھا کہ وہ شہید ہیں اور ان کے متعلق مجھے شک ہے۔ جناب والا! اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ میں عورتوں کا کیا کام ہے۔ طالبان نے جو آدمی nominate کیے ہیں یا کیے تھے، جن میں عمران خان صاحب، مولانا فضل الرحمن صاحب نے تو refuse کر دیا تھا، کیا ان سب لوگوں کی اور even پروفیسر ابراہیم صاحب کی پارٹی کی خواتین ارکان صوبائی اسمبلیوں، قومی اسمبلی اور سینیٹ میں موجود نہیں ہیں؟ یہ چیزیں اتنی doubtful ہیں کہ ہر ممبر اپنی مرضی کی بات کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین! اب مولانا سمیع الحق صاحب main driving seat پر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ صرف feedback لے رہے ہیں۔ کمیٹی کا ایک ممبر وہاں گیا، جناب والا! once again I say آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پروفیسر ابراہیم یا دوسرے مولانا صاحب جو وہاں گئے، وہاں کون neutral



آدمی موجود تھا؟ یہ انتہا پسند rightists ہیں، کچھ اعتدال پسند بھی ہیں، ہم اسلام پسندوں کو برا نہیں کہہ سکتے لیکن وہ اس انتہا کو نہیں پہنچتے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ اُن کی پردہ پوشی کی ہے۔ طالبان نے آج بھی جو کچھ کہا ہوگا، میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ 90% اُن کی پردہ پوشی کریں گے اور آپ کو راز کی باتیں نہیں بتائیں گے۔ We can not trust in them, first of all, وہ اپنا mandate کھو چکے ہیں، پانچ ارکان میں سے ایک ممبر رہ گیا ہے، یہ کمیٹی نہیں رہی۔ اب میں حیران ہوں کہ حکومتی کمیٹی اور حکومت اس ایک آدمی کی باتوں پر اپنی بغلیں بجا رہے ہیں جیسے وہ کوئی تیر مار کر آئے ہیں۔ جناب والا! کچھ نہیں ہوا، ہیلی کاپٹر بھی دیا گیا، آپ ان کی انا پرستی دیکھیں کہ ہم PM House جانے کو تیار نہیں ہیں، وہاں ہم meeting نہیں کریں گے اور یہ مان جاتے ہیں کہ کوئی بات نہیں لیکن وہ میران شاہ تک جانے کے لیے تیار ہیں اور جاتے ہیں۔ جناب والا! یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ state نے اپنے آپ کو بہت زیادہ defensive کیا ہوا ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ قیدی نہیں بلکہ criminals رہا کریں۔

جناب چیئرمین: آپ windup کر لیں۔

سینیٹر عبدالنبی بنگلش: جناب چیئرمین! میں دو منٹ اور لوں گا۔ ان کے جو criminals with evidence پکڑے گئے ہیں، انہیں رہا کیا جائے، فوج کو وہاں سے withdraw کیا جائے، پہلے ڈرون کے بارے میں کھتے تھے لیکن شکر ہے کہ اب ڈرون شامل نہیں ہیں لیکن ڈرون حملے نہ ہونے کے باوجود ہم روزانہ لاشیں اٹھا رہے ہیں۔ یہ کیسے مذاکرات ہیں کہ ہم روزانہ جنازے اٹھا رہے ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو مہار کبادیں دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ بات کہ فوجیوں کے جنازے جائز نہیں ہوتے، ISPR ہر بات کا جواب نہیں دے سکتا، ہماری وزارت داخلہ، وزارت مذہبی امور اور وزارت دفاع، even state کہاں سوئی ہوئی ہے؟ وہ مولانا عبدالعزیز کی اس بات کا جواب دے کہ آپ نے کس capacity میں یہ بات کی ہے؟ کیا آپ پھر وہی بات کرنا چاہتے ہیں جیسے منور حسن صاحب نے کہا تو ISPR نے اس پر جواب دیا تھا۔ ہم نہیں چاہتے کہ فوج سیاست میں directly مداخلت کرے لیکن state of today اپنی ذمہ داری نبھائے، کوئی اس بات کا جواب تو دے کہ آپ نے جو کہا ہے یہ غلط ہے لیکن جناب والا! اتنی معذرت خواہانہ policy نہیں ہونی چاہیے۔ دیکھیں مشرافت اور بزدلی میں ایک باریک سی بال جتنی لکیر

ہے، ہمیں شرافت دکھانی چاہیے، ہمیں courtesy دکھانی چاہیے، رواداری رکھنی چاہیے لیکن بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، اعترزاز احسن صاحب۔

سینیٹر اعترزاز احسن: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

ایوان میں جو motion under consideration ہے، اس پر بہت سیر حاصل بحث ہو چکی ہے، بہت سے نکات بڑے واضح، دو ٹوک اور غیر مبہم انداز میں اٹھائے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کی تحسین اور داد اپوزیشن کو ملنی چاہیے کہ رضا ربانی صاحب کی تقریر سے لے کر جناب عبدالنبی بنگلش صاحب کی تقریر تک یہاں بڑی جامع اور واضح بحث کی گئی ہے، کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی گئی۔ جناب چیئرمین! دراصل حکومت تذبذب میں پھنسی نظر آتی ہے، اسے بھی نظر آتا ہے کہ؛

رات ڈھلتی دکھائی دیتی ہے

دن نکلتا نظر نہیں آتا

جناب چیئرمین! طالبان مات پر مات دے رہے ہیں اور چند دنوں یا ہفتوں میں وہ شدہ مات بھی دے دیں گے۔ یہاں طالبان نے ایک چیز تو منوالی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی کہ ایک گروہ insurgency کر رہا ہے، خانہ جنگی برپا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس سے حکومت برابری کی سطح پر گفتگو کر رہی ہے۔ حکومت اس کو، اس کے status کو، اس کے رتبے کو، اس کی identity کو، اس کی شناخت کو، اس کے مقام کو تسلیم کر کے اس سے مذاکرات کر رہی ہے۔ اب جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ حکومت تذبذب کا شکار ہے۔ وزیر اعظم پارلیمنٹ میں تشریف نہیں لاتے۔ اتنی اہم debate ہو رہی ہے اور سینیٹرز نے اتنی اہم تقاریر کی ہیں۔ وزیر اعظم اس ہاؤس کو اہمیت ہی نہیں دیتے اور پہلے دن سے سینیٹ میں تشریف ہی نہیں لاتے۔ ایک وزیر داخلہ آیا کرتے تھے اور وہ بھی خیر باد کہہ گئے۔ وہ ہم سے اتنے ڈرے ہوئے ہیں کہ وہ یہاں تشریف لانے کو تیار ہی نہیں ہیں اور وہ بھی بھاگ گئے ہیں۔ وزیر داخلی امور یہاں آتے ہیں۔ وزیر داخلہ تو گئے اور وزیر مملکت تشریف لے آتے ہیں۔ بد قسمتی کی بات یہ ہے جناب، میری بڑی بہن نجمہ حمید نے بڑی دردناک بات کی کہ ان کے شہر میں شام کو جب دفاتر بند ہو جاتے تھے، مرد بھی گھر آجاتے تھے تو عورتیں اور بچے سڑکوں پر سیر کرنے کے لیے نکلا کرتے تھے۔ آج وہ سماں دیکھا نہیں جاسکتا۔ ابھی طالبان نے اپنا تسلط جمانے کی بات بھی نہیں کی

لیکن ہماری مائیں، بہنیں گھروں میں بند ہو کر، مقید ہو کر رہ گئی ہیں اور یہ صرف خیبر پختون خوا یا پشاور کی صورت حال نہیں ہے بلکہ سارے پاکستان میں ایسا ہو گیا ہے۔ ایک دہشت کا دور دورہ ہے اور حکومت مورچہ بند ہے، bunkerized ہے۔ مورچے سے نکل کر سر اٹھانے کے بھی باہر دیکھنے کو تیار نہیں ہے۔ مناسب تو یہ تھا اور یہ مذاکرات کا مسلمہ اصول ہے کہ جب آپ کسی دوسرے فریق سے مذاکرات کرنے جاتے ہیں تو اس فریق کو جس کے ساتھ شکایت ہوتی ہے یا جس کے ساتھ اس کو شکوہ ہے جس کو اس نے ہدف بنانا ہے اس کو کھیٹی میں، اس کو مذاکرات میں بٹھایا جاتا ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہے۔ world wars and wars ہوئی ہیں۔ جب بھی ایک فریق کو دوسرے فریق کے کسی عنصر سے، اگر ریاستوں کا اتحاد ہے تو کسی ایک ریاست پر اس کا focus ہے، spotlight ہے، اس کو نقصان پہنچانا ہے تو اس ریاست کا نمائندہ ان مذاکرات میں لازمی ہوگا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت front foot پر کھیلتی، دلیری کے ساتھ اس معاملے کو لیتی اور کھیٹی میں کم از کم ایک اہل تشیع ہوتا، اس میں کم از کم ایک اقلیتی نمائندہ ہوتا، کر سچن ہوتا یا ہندو ہوتا، اس کو کھیٹی میں رکھا جاتا۔ اس میں ایک خاتون ہوتی اور سارے پارلیمنٹیرینز ہوتے تو پھر طالبان انکار کرتے کہ ہم اس کھیٹی سے بات کرنے کو تیار نہیں ہیں اور ساری بات سامنے آجاتی۔ اب ساری بات معنی ہے۔ سب کچھ معنی ہے۔ آج کل talk shows میں باتیں ہو رہی ہیں۔ یہاں میرے فاضل ساتھیوں نے فرمایا کہ talk shows پر بات چیت نہیں ہونی چاہیے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ہم talk shows کے مہون منت ہیں۔ جس طرح بنگلش صاحب فرما رہے تھے، کل کے talk shows ایک صاحب نہیں بلکہ ایک سے زیادہ اصحاب جو اپنے آپ کو علمائے دین کھلانا چاہتے ہیں ان کا مدعا تھا، ان کا موقف صرف یہ نہیں تھا کہ عورت پارلیمان میں نہیں آسکتی۔ انہوں نے یہ کہا کہ جتنی شوریٰ ہوئیں، انہوں نے زمانے بتائے کہ ان میں صرف اور صرف مرد تھے۔ عورت کا اسلامی نظام یا اسلامی آئین کے تحت پارلیمان میں ہونے کا کیا کام ہے اور اقلیت کا کیا کام ہے۔ پارلیمنٹ میں ہمارے اقلیتی ممبران بھی ہیں۔ اقلیت کا لفظ میں صرف اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں ان کو better Pakistanis کہتا ہوں۔ وہ پاکستانی جو جگن ناتھ منڈل سے لے کر رانا بھگوان داس تک اس قوم کے محسن ہیں۔ وہ پاکستانی جو جسٹس کار نیلسن اور سیسل چوہدری کی طرح پاکستان کے سپوت تھے اور جنہوں نے پاکستان کی خدمت کی اور مسلمانوں سے زیادہ خدمت کی اگر ان کی بات مان لی جائے تو ان کو بھی پارلیمان میں نہیں ہونا چاہیے۔

کل یہ بات کر رہے تھے، ایک صاحب نے کہا کہ نصاب درس نظامی ہوگا اور دوسرے صاحب نے کہا کہ عربی زبان میں ہوگا۔ یہ بچوں کو انگریزی کیوں پڑھاتے ہیں، عربی پڑھائیں۔ بے شک عربی ہمارے لیے مقدس زبان ہے۔ الکتاب اور القرآن کی زبان ہے لیکن دنیا سے کٹ جانے کے لیے کہ آپ اردو بھی نہ پڑھائیں اور انگریزی بھی نہ پڑھائیں۔ پھر یہ بحث چل پڑی ہے کہ آئین تو اسلامی ہے مگر اس کو چند طریقوں سے مزید اسلامی بنانا ہے۔ آئین اسلامی ہے، جو آئین کی بالادستی کی بات کرتے ہیں کیونکہ اس وقت معاملہ یہ ہے کہ شرع کی بالادستی ہوگی یا آئین کی بالادستی ہوگی۔ بحث اس پر چل رہی ہے اور وہ معتبرین جو اس بحث میں آئین کا دفاع کر رہے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ پارلیمانی ہے، یہ جمہوری ہے۔ اس میں عدلیہ آزاد ہے۔ اس میں جمہور کی اور عوام کی حکمرانی ہے کیونکہ ان کے ووٹ سے ان کی مرضی سے یہ بنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آئین بن گیا ہے اور اس کے اندر ضابطے ہیں جن کے ذریعے سے شریعت کی مکمل حکمرانی لائی جاسکتی ہے۔ وہ بھی یہ تسلی دیتے ہیں۔ کل ایک صاحب مولانا عزیز کو تسلی دے رہے تھے۔ اس میں ایک طریقہ کار ہے سب کو آئین کے مطابق اور شرع کے مطابق لانے کے لیے اور پھر دونوں فریقوں میں اتفاق تھا کہ شرع کے تحت جب یہ آئین کے طریقہ کار سے، آئین کے ضابطے سے، Council of Islamic Ideology کے ضابطے سے، اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعے اور اس کی وساطت سے اور اس کے ضابطوں کے مطابق اور شریعت عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق جب اس کو مکمل طور پر شرع کے مطابق اسلامی کر لیا جائے گا تو پھر کوئی عورت پارلیمان میں نہیں ہوگی، کوئی اقلیت پارلیمان میں نہیں ہوگی۔ پھر ان کے آپس میں مسالک کے مسئلے پر یہ next کہیں گے کہ شیعہ بھی پارلیمان میں نہیں آسکتا۔

میں آپ کو ایک چیز عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے ہم یہ عرض کرتے رہے ہیں کہ یہ مذاکرات آئین کے دائرے کے اندر ہوں لیکن آئین کے بارے میں جو تشریح کی جا رہی ہے Article 2(a) and Article 227 کو سامنے رکھ کر کہ ایک مسلک کے عقائد کے مطابق آئین کو ڈھال دیا جائے گا اور ان مذاکرات سے جو نتیجے نکلے گا وہ یہ ہوگا۔ جناب چیئرمین امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستان کی قوم کو یہ منظور نہیں ہوگا کہ پاکستان کے آئین کو ایک مسلک کے تابع کر دیا جائے۔ میں آج حکومت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے پہلے یہ کہا کہ آئین کے مطابق کریں اور آپ شاید راضی ہو جائیں کہ Council of Islamic Ideology کی سفارشات اور فیڈرل شریعت کورٹ کی سفارشات اور وہ تمام سفارشات جو ایک مسلک کے مطابق ہیں اور ان کو منظور ہیں، ہم ان کو منظور نہیں کریں گے۔ میں آپ سے یہ

کھنچا پاتا ہوں کہ ان مذاکرات کے نتیجے میں پاکستان کی عورت، پاکستان کے مزدور، پاکستان کے کسان، پاکستان کے بہتر شہری جن کو عرف عامہ میں اقلیتیں کہا جاتا ہے اور پاکستان کے دیگر مساک کے لوگ جن میں اہل تشیع ہیں ان میں سے کسی ایک کے بھی حقوق کو کسی صورت پامال نہیں ہونے دیں گے۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے ارکان نے ڈیسک بجائے)

اس وقت تو لگتا یہ ہے کہ طالبان سے طالبان مذاکرات کر رہے ہیں۔ قسمتیں ہماری طے ہونی ہیں، ہمارے بچوں کی قسمتیں طے ہونی ہیں اور مذاکرات طالبان سے طالبان کے ہو رہے ہیں۔ ایک واضح مثال تو اس کی یہ ہے کہ ایک سیاسی جماعت نے اپنا نمائندہ حکومتی ٹیم میں دیا ہوا ہے اور اس سیاسی جماعت کے سربراہ کو طالبان نے اپنا نمائندہ بنا کر پیش کیا ہے۔ کوئی اپنا نمائندہ کسی ایسے مذاکرات میں اس کو بناتا ہے جس کا خیال اور نظریات آپ سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوں۔ ایک زمانے سے یہ سیاسی جماعت اور ان کے قائدین ہمیں liberal پاکستان دکھا دکھا کر دوسری طرف سے الیکشن سے آئے تو ملا کا پاکستان لے آئے۔ جنہوں نے تحریک پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت کی تھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں لیکن liberal and orthodox روشن خیال اور قدامت پسندی کے دونوں پہلوؤں کو اس طرح لیے پھر رہے تھے کہ کچھ نہ کچھ باتیں معنی رمتی تھیں۔ لوگ benefit of doubt دیتے تھے۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے "تھے"

مشاہد اللہ خان صاحب سے معذرت کے ساتھ کہ میں نے "تھے" کہہ دیا ہے۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

یہی ان کی کیفیت تھی لیکن اس معاملے میں ہم طالبان کے ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ نقاب اور حجاب ان کے چہروں سے ہٹا دیا۔ صاف جو closet fundamentalists تھے، جو الماری کے اندر چھپے ہوئے دہشت پسندی کے وکیل تھے، طالبان الماری کھول کر ان کا چہرہ ساری قوم کے سامنے لے آئے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ بھی مشاہد اللہ خان صاحب سے معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یار آنے گئے

لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

برسوں سے انہوں نے افسانے بنا رکھے تھے۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے ارکان نے ڈیسک بجائے)

اب آئین کے تحت حلف اٹھایا ہوا ہے حکومت نے بھی اور ان جماعتوں کا جن کا میں نے ذکر کیا ہے چونکہ ان کی نمائندگی یہاں پر نہیں ہے میں نام نہیں لے رہا ہوں۔ حکومت نے اور ان سب نے یہ ساتھ والے معزز ایوان میں حلف اٹھایا ہے to protect, uphold and defend the Constitution. آج تک ان کی طرف سے کوئی رد عمل نہیں آ رہا ہے۔ بار بار دوسرے فریق کی جانب سے کہا جا رہا ہے کہ ہم آئین کو نہیں مانتے۔ Talk shows میں بھی آکر کہہ رہے ہیں کہ ہم پاکستان کے آئین کو نہیں مانتے۔ آپ نے تو حلف لیا ہے to protect, uphold and defend the Constitution کس قسم کا آپ کا مذاکرات کا یہ سلسلہ ہے۔ آپ پہلے ان سے بات کریں۔ وہ اپنے مطالبات دے رہے ہیں۔ آج ایاز امیر کا Article آپ پڑھیں۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ شریعت ان کے لیے اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے جتنا ان کے قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ ہے۔ ان کے اس وقت 4700 قیدی ہیں۔ جس طرح ان کے علاقوں سے فوج کے انخلاء کا معاملہ ہے کہ فوج وہاں سے نکل جائے۔ جتنا ان کے معاوضے کا اصرار ہے۔ اب قیدی رہا کریں تو ان کو فوج مل گئی۔ پاکستان کی فوج کو واپس بلائیں تو ان کو علاقہ مل گیا۔ معاوضہ دے دیں تو ان کو بجٹ مل گیا۔ اب ریاست کے لیے اور کون سے عناصر ضروری ہیں؟ ایک ریاست کے بنانے کے لیے اور کون سے عناصر کی ضرورت ہے؟ وہ یہ مطالبے کر رہے ہیں اور سارے پاکستان میں وہ یہ بھی نہیں مانتے کہ صرف شورش زدہ علاقوں کے بارے میں بات چیت ہوگی۔ وہ تو کھتے ہیں کہ پاکستان کے آئین اور پاکستان کے پارلیمان کے بارے میں بات چیت ہوگی۔

جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں حزب اختلاف نے ایک بڑی اصولی بات کی ہے اور اصولی موقف اپنایا ہے۔ جہاں تک میری جماعت کا تعلق ہے، ہم مذاکرات کے کبھی خلاف نہیں ہوئے۔ ہماری لیڈر بے نظیر بھٹو شہید نے تو reconciliation کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ آپ چاہتی تھیں، reconciliation، بات چیت، مذاکرات، mindsets کو تبدیل کر کے اور قوم کو آگے بڑھایا جائے لیکن جو لوگ اس ملک میں mindsets کو تبدیل نہیں ہونے دینا چاہتے وہ کیسے برداشت کرتے شہید بے نظیر بھٹو کے وجود کو اور انہوں نے بالآخر ان کو نشانہ بنا لیا۔ اس کے بارے میں ہماری جماعت کا بڑا واضح موقف ہے، مجھ سے بہتر رضا ربانی صاحب جو پارلیمانی پارٹی کے لیڈر ہیں انہوں نے بیان کیا ہے۔ میں اپوزیشن کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے تمام تحفظات کو محفوظ رکھتے ہوئے حکومت سے تعاون کیا۔ لیکن ہمیں اس کارروائی میں، اس process میں بالآخر کچھ نظر نہیں آتا

سوائے حکومت وقت کی پسپائی کے جو اس پسپائی کے لیے تیار ہے۔ جناب والا! ہمیں کچھ نظر نہیں آتا سوائے ریاست پر اور زیادہ pressure اور زیادہ دباؤ پڑنے کے، لیکن پھر بھی ہم نے کہا کہ آپ کی جانب سے دو آراء ہیں، ایک extremist ہے اور ایک most extremist، militant extremists ہیں۔ extremists آپ سب ہیں اور militant extremists آپ میں ایسے لوگ ہیں، ایسے قائدین ہیں جو کہتے ہیں کہ فوج کا آفیسر یا سپاہی مارا جاتا ہے وہ شہید نہیں ہے۔ طالب جو ڈرون حملے میں مارا جاتا ہے وہ شہید ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ مذاکرات کو آزما لیں تاکہ طالبان کی کمیٹی میں جن جماعتوں کی نمائندگی ہے ان کو آپ کہہ سکیں کہ آپ کہتے تھے بات کرو، بات کرو، تین چار سال سے آپ ایک ہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ بات کرو، مذاکرات کرو، لو ہم نے مذاکرات کر لیے ہیں اور کچھ نہیں بنا۔ ان کو main stream میں واپس لانے کے لیے extremists and militant extremist parties کے درمیان آپس میں ایک dialogue ہو جائیں تو بہتر ہے اور سارے main stream میں آجائے۔ جناب والا! یہ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے کہ پاکستان کے آئین کو بزورِ بندوق بدلا جائے، کن پٹی پر بستوں رکھ کر بدلا جائے۔ یہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے کہ ایک مسئلے کو سارے ملک پر حاوی کر دیا جائے، مقتدر کر دیا جائے۔ یہ جنرل ضیاء الحق کے وقت سے کام شروع ہوا، ہمارے بچوں کے قاعدے پر ہوتا تھا بکس، ٹاٹ، ان کے قاعدوں میں آگیا، بندوق، ٹینک، ذہن بدل دیئے گئے۔ ہم نے کہا کہ جو extreme کی ذمیت ہے، اس کو main stream میں لانے کے لیے، ہمیں ان مذاکرات سے کوئی امید نہیں ہے لیکن ان کو main stream میں لانے کے لیے آپ مذاکرات کر کے بھی دیکھ لیں۔ بہت کہا گیا کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور شریک چیئرمین سابق صدر کے درمیان بھی آپس میں بات ہو رہی، وہ کہہ رہے ہیں مذاکرات کا موقع ملنا چاہیے۔ چیئرمین بلال بھٹو صاحب فرما رہے ہیں کہ مذاکرات ہو ہی نہیں سکتے، ہونے ہی نہیں چاہیے۔ ہم اس extreme position سے اس پوزیشن پر آگئے کہ آپ مذاکرات کریں، جس نے ادھر سے بات کی ہے اس نے کہا ہے کہ آپ مذاکرات کریں، لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ آپ مذاکرات کس سے کر رہے ہیں، ہمیں معلوم تو ہو، ایک ممبر کی کمیٹی سے اور کمیٹی کے پیچھے ایک اور کمیٹی بیٹھی ہے۔ کمیٹی جو پیچھے میراں شاہ میں بیٹھی ہے ان کے پیچھے جو ان کا لیڈر ہے وہ افغانستان میں بیٹھا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ ریاست کی ہزیمت کروائیں آپ کہیں پوزیشن لے لیں، بات چیت کریں، جس طرح انہوں نے پوزیشن لے رکھی ہے کہ ہمارے قیدی رہا کرو، ہمارے ہاں سے فوج ہٹاؤ، معاوضہ دو، آپ بھی پوزیشن لیں، پہلے دن آپ کی پوزیشن یہ ہونی چاہیے تھی کہ دیکھو بھائی صاحب سب

مذاکرات ہوں گے، کھلے دل سے مذاکرات ہوں گے فراخ دلی سے فیصلے کریں گے لیکن ہماری مائیں، بہنیں پارسا میں چاہے وہ دوپٹہ سر پر لیتی ہیں یا نہیں لیتیں۔ ہماری پاکستانی اقلیتوں پر سنج نہیں آئے گی۔ ہمارے اہل تشیع جن کو شہید کیا جا رہا ہے اور خاص طور پر ہزارہ کمیونٹی کو بلوچستان کو ٹیٹہ میں شہید کیا جا رہا ہے ان کا ہم ہر طریقے سے تحفظ کریں گے۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان کو کھیٹی میں ہونا چاہیے تھا لیکن اگر کھیٹی میں نہیں ہیں تو آپ کی کھیٹی ان کے حقوق کی امین ہے، ہماری بچیاں سکولوں و کالجوں میں جائیں گی اور modern نصاب پڑھیں گی۔ انہوں نے اگر bottom line دی ہے تو آپ نے کونسی bottom line دی ہے؟ آپ نے صرف ایک کھیٹی بنائی ہے اور probing پر چل گئے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی حکمت عملی مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ حکومت کے لیے ضروری ہے کہ ایک لاکھ، دو لاکھ، تین لاکھ، چار لاکھ، بیس کروڑ میں سے چھ لاکھ بھی کر لیں، مجھے نہیں پتا حکومت کے پاس کتنے اعداد و شمار ہوں گے صرف طالبان کی بات نہیں ہے۔ یہ ذہنیت کی بات ہے، mind set کی بات ہے، mind set بہت پھیل چکا ہے۔ وہ ب، بدوق اور ٹ، ٹینک کے قاعدے پڑھ پڑھ کر mind set پھیلا ہے، اس کو میڈیا اور نصاب ان دونوں کے ذریعے take up کرنا پڑے گا۔ ایک اور بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں، جو میں عرصے سے کہہ رہا ہوں کہ اس insurgency کو face کرنے کے لیے صرف اور صرف فاٹا میں یا شمالی وزیرستان میں ایکشن کامیابی کی ضمانت نہیں ہے تیس فیصد طالبان ذہن شمالی وزیرستان میں اور فاٹا کے علاقوں میں ہوگا ستر فیصد طالبان ذہن پاکستان میں ہے۔ جو گاڑی کراچی میں بم بن کر پھٹتی ہے، کراچی میں چوہدری اسلم کے گھر کو اڑاتی ہے، بازاروں میں پھٹتی ہے وہ گاڑی فاٹا سے تیار ہو کر نہیں آتی

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر سنائی دی)

Mr. Chairman: Yes, Leader of the Opposition.

سینیٹر اعتراف احسن: میں بس اب conclude کرتا ہوں کیونکہ وزیر صاحب کو بھی وقت دینا ہے اور مجھے اس بات کا احساس ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا اور یہ بڑی اہم بات ہے اور میں چاہوں گا کہ وزیر صاحب ذرا توجہ دیں کہ جو گاڑی کراچی میں پھٹتی ہے وہ فاٹا سے تیار ہو کر نہیں آتی۔ اس کے لیے کافی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ورکشاپ میں تیار ہوتی ہے۔ اس کے لیے



گاڑھی میں ایسی صلاحیتیں پیدا کرنی پڑتی ہیں کہ اس میں بارود بھرا جاسکے، اس میں wiring ہوتی ہے، اس میں pipes لگتے ہیں، اس میں triggers لگتے ہیں۔ اس کو مکمل طور پر بنایا جاتا ہے اور وہ فاٹا میں نہیں بنتی۔ وہ کراچی میں ہی بنتی ہے۔ جو گاڑھی مون مارکیٹ، لاہور میں پھٹتی ہے، وہ فاٹا سے بن کر نہیں آتی۔ وہ لاہور میں ہی کسی ورک شاپ میں بنتی ہے۔ جو خود کش لڑکے دھماکا کرتے ہیں داتا دربار میں یا عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر یا سکھر میں جو ISI کی تنصیبات پر حملہ ہوتا ہے، ان میں جو گاڑیاں استعمال ہوتی ہیں یہ دور دراز کسی دوسرے شہر سے بن کر نہیں آ رہی ہیں۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر اعتر از احسن: میں ذرا وزیر صاحب کی توجہ چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: Probably they are sharing the notes.

سینیٹر اعتر از احسن: اچھی بات ہے، اگر سینیٹر صاحب ہدایت دیں گے تو وہ کوئی بہتر ہی ہدایت فرمائیں گے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا، ایک معروف واقعہ بیان کیا جاتا ہے اور معلوم نہیں اس میں کتنی صداقت ہے کہ ایک تندور والے نے report کیا کہ گزشتہ دس دنوں سے ایک بندہ ایک گھر سے میرے تندور پر آتا ہے اور وہیں واپس جاتا ہے اور اس کے علاوہ اس گھر میں اور کوئی آمد و رفت نہیں ہے اور وہ شخص 70 سے 80 روٹیاں لے کر جاتا ہے۔ جب پولیس نے چچا پہ مارا تو اندر دو خود کش تھے اور ایک گاڑھی تیار ہو رہی تھی، اس کے علاوہ چار handlers اور دو مستری وہاں پر تھے۔ آپ لوگوں نے صرف فوج کشی کی۔ فوج کشی تو last option ہے۔ اس issue کو intelligence کی مدد سے حل کریں۔

کوئٹہ میں جو DIG شہید ہوا اور اس سے پہلے ایک SHO شہید ہوا۔ پہلے صبح آٹھ بجے اس SHO کو انہوں نے خود کش حملہ آور کی مدد سے شہید کیا۔ پھر شام چار بجے جنازے پر دو خود کش حملہ آور پہنچ گئے اور وہاں پر DIG اور دیگر افسران بھی شہید ہو گئے۔ بعد میں پتا چلا کہ چار فرلانگ دور ان کی رہائش تھی اور وہاں پر وہ ایک مہینے سے رہ رہے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ محلوں میں لوگوں کو آگاہ کریں۔ اگر وہاں پر کوئی انوکھی بات ہو رہی ہو تو اس کا notice لیں۔

جن 12 لوگوں نے GHQ پر حملہ کیا، وہ پاکستان فوج کی وردیاں پہن کر فاٹا سے نہیں چلے تھے؟ ان کا گھر بھی بعد میں ملا۔ یہ حکومت کا کام ہے اور بد قسمتی سے اس معاملے میں ہماری حکومت

مفلوج ہے۔ وہ کچھ نہیں سوچ رہی ہے، ان کے ذہن ماؤف ہیں۔ یہ سوچ نہیں سکتے ہیں اور ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور میں ان سے مخاطب ہونا ہوں کہ:

تم یہ کھتے ہو وہ جنگ ہو بھی چکی  
جس میں رکھا نہیں ہم نے اب تک قدم  
کوئی میدان میں اترا نہ کوئی علم  
اجنبی دشمنوں کا پتا دے سکا  
منتشر دوستوں کو صدا دے سکا  
تم یہ کھتے ہو اب کوئی یارا نہیں  
جسم خستہ ہے ہاتھوں میں یارا نہیں  
اب کوئی چارہ نہیں  
تم یہ کھتے ہو وہ جنگ ہو بھی چکی

شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Minister of State for Interior.

مشاہد اللہ صاحب! کیا آپ وزیر صاحب سے پہلے خطاب کرنا چاہتے ہیں؟ ویسے آپ دیر سے آئے ہیں۔  
چلیں کر لیں۔ ایک بات ذہن میں رکھ لیں کہ وقت کا خیال رکھیں۔ Under the rules, the  
Minister who has to respond has 15 minutes. آپ پارلیمانی لیڈر بھی ہیں اور  
اس وقت ایک بج رہا ہے اور وزیر صاحب نے بھی respond کرنا ہے۔ اس لیے وقت کا خیال  
رکھیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں وقت کا خیال ضرور کروں گا لیکن یہ  
وقت کا مسئلہ ہمارے ساتھ بہت زیادہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ کھمات ہے ناں کہ لہجے نون بوٹیاں تے  
سانوں شورا۔

جناب چیئرمین: نہیں، ’جے بوٹیاں لینیاں سن تے وقت تے آجاندے۔‘  
سینیٹر مشاہد اللہ خان: بہر حال میں کوشش کروں گا کہ زیادہ وقت نہ لوں۔ اس لیے کہ اتنی  
اچھی تقریر کے بعد مجھے تقریر کرنی بھی نہیں چاہیے اور اعترافاً حسن۔۔۔۔

جناب چیئرمین: ویسے جو میرے پاس list Leader of the House کی جانب سے آئی تھی اس میں جناب کا نام کہیں figure نہیں کر رہا تھا۔ آپ ابھی تشریف لائے ہیں اور آپ نے کہا تو میں نے کہا آپ بالکل بات کر لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: آپ کے پاس اتنے خصوصی اختیارات ہیں۔

جناب چیئرمین: ان کا استعمال کرتے ہوئے آپ کو اجازت دے رہا ہوں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: وہ اختیارات آپ اکثر غیروں کے لیے استعمال کرتے ہیں، کبھی ہمارے لیے بھی استعمال کر لیا کریں۔

جناب چیئرمین: وہی تو استعمال کر رہا ہوں آپ کے لیے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: وہ بے نال کہ:

تم ہی نہ سن سکے اگر قصہ غم سننے کا کون  
اور کس کی زباں کھلے گی پھر ہم ہی نہ گرسنا سکے

جناب والا! بات یہ ہے کہ میں تھوڑی سی، بڑی مختصر بات کروں گا اور آپ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کروں گا۔ مذاکرات کی بات ہو رہی ہے۔ یہاں پر بہت ساری باتیں ہوئی ہیں۔ میں تو اعترافاً حسن صاحب سے بال کی کھال اتارنے کا فن سیکھتا ہوں۔ اس حال میں کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا۔ بات یہ ہے کہ بہت ساری باتیں ہوئیں۔ میرے ذہن میں بھی کچھ تاریخی باتیں آرہی تھیں۔ اسی لیے میں کھڑا بھی ہو گیا۔ مذاکرات پر اعتراضات ہونے چاہئیں لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ ابھی وہ بچہ پیدا ہوا نہیں ہے، صرف ابتداء ہی ہوئی ہے اور ہم نے اس کے کپڑے بھی تیار کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please no cross talk. Let him conclude it.

No cross talk.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: حاجی صاحب کو تو پتا بھی نہیں کہ بچہ کیسے ہوتا ہے۔ میں اس بچے

کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

Mr. Chairman: Mushahidullah Khan sahib, please address the Chair.

اس طرح نہ کریں۔

Serious talk is going on. It is a very serious issue which is being discussed in the House.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی مذاکرات تقریباً شروع ہی ہوئے ہیں۔ آپ اسے پہلا مرحلہ ہی کہہ لیں، اگر یہ کوئی مرحلہ ہے لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ کہیں پر کوئی معاملہ ایسا سامنے نہیں آیا۔ ٹھیک ہے کہ talk shows میں بحث و مباحثہ ہو رہے ہیں اور وہ ہونے بھی چاہئیں اور پارلیمنٹ میں بھی اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں اور مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی پہلی مرتبہ نہیں ہو رہا ہے۔ جہاں پر اعتراز احسن صاحب نے بات ختم کی ہے کہ جی GHQ پر حملہ ہوا وغیرہ لیکن یہ کس دور میں ہوا تھا؟ اس کا کیا تدارک کیا گیا تھا؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔ اس وقت کیا action لیا گیا تھا؟ پھر 'ب' بکری کی بات ہوئی لیکن میں تو 'ب' بے نظیر کی بات کرتا ہوں۔ بالکل انہوں نے conciliation کی بات کی تھی لیکن دنیائے دیکھا کہ 'ب' بے نظیر شہید کے وارثوں نے ان کے قاتلوں سے reconciliation کی۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ کیا مذاکرات سوات میں نہیں ہوئے تھے صوفی محمد کے ساتھ؟ اس نے تو کہا تھا کہ میں مذاکرات نہیں کروں گا اور انہوں نے منت سماجت کر کے اس سے مذاکرات کیے اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ سوات میں شریعت نافذ ہوگی۔ وہ بھی تو یہی شریعت تھی۔ ہم نے تو اس طرح کا کوئی معاہدہ نہیں کیا ابھی تک۔ اس وقت سوات اور اس کے ارد گرد کے جو لوگ تھے، وہاں پر بھی تو اقلیتیں رہتی ہیں، وہاں پر شیعہ بھی رہتے ہیں، وہاں پر سنی بھی رہتے ہیں، اس وقت تو آپ نے فیصلہ کر لیا اور خیال نہیں آیا۔ پھر 'ٹ' ٹینک اور بلوچستان کا بھی ذکر ہوا، کس نے ٹینک لے کر چار سال تک بلوچستان کے معصوم لوگوں پر چڑھائی کی؟ یہ تاریخ کی بات ہے اور تاریخ کو دہراتے رہنا چاہیے تاکہ چیزیں سب کے سامنے رہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے پانچ سال یا اس سے پہلے یہ کام کیوں نہیں ہوا؟ ایک طرف لوگ مر رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بات کہ رکنا چاہیے لیکن اب رکنے کا طریقہ بھی تو بتائیں۔ دنیا میں معاملات کیسے حل ہوتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ وہ آئین کو نہیں مانتے، اگر آئین اور پاکستان کو نہیں مانتے تو ہم سے کس لیے بات کر رہے ہیں؟ مانیں یا نہ مانیں یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ ان کا conduct کیا ہے۔ وہ ان لوگوں سے بات کر

رہے ہیں جو یہ کہہ کر ان سے بات کر رہے ہیں کہ ہم آئین کے دائرے میں رہ کر بات کریں گے۔ میں ایک اور بات بھی کہتا ہوں کہ طالبان منہ سے کچھ بھی کہیں، وہ پاکستان اور آئین کو بھی مانتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ پاکستان کو نہیں مانتے تو پھر نام ’تحریک طالبان پاکستان‘ کیوں رکھا ہوا ہے کچھ اور نام رکھ لیتے؟ پاکستان کو مانتے نہیں لیکن پاکستان آپ کی تنظیم کے نام کا حصہ ہے تو پاکستان کو تو مانتے ہیں نا اور جو پاکستان کو مانتا ہے، وہ آئین کو مانتا ہے تو ہی پاکستان کو مانتا ہے۔ وہ منہ سے چاہے کچھ بھی کہتے رہیں لیکن اصل تو conduct دیکھا جاتا ہے۔ آپ منہ سے کچھ بھی کہتے رہیں کہ بلوچستان میں ظلم ہو گیا، فلاں ہو گیا لیکن ماضی کا conduct بھی سب کے سامنے ہے کہ بلوچستان کے لوگوں پر کتنی مرتبہ چڑھائی ہوئی، کس نے کی اور کس نے نہیں کی۔

جناب! ہمیں ان talk shows کی بحثوں اور ان باتوں سے کہ یہ شیعوں اور عورتوں کے خلاف ہو رہا ہے، میں اس پر بھی بڑی لمبی بات کر سکتا ہوں کہ یہاں پر کس کس دور میں، کن کن لوگوں کے ساتھ کتنے ظلم ہوئے لیکن میں نہیں کہنا چاہتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہم جس ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں پر اگر اقلیتوں کے لوگ آئے ہیں تو اس میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہ اس کے منشور میں لکھا ہوا تھا۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) وفاق پاکستان کی پارٹی ہے، ہم نے آج تک کسی صوبے کا نعرہ نہیں لگایا۔ یہاں لوگ منہ سے کہتے ہیں کہ وفاق پاکستان کی پارٹی ہے لیکن ذرا سے مسائل کھڑے ہوں تو صوبائیت کو ہوا بھی دیتے ہیں۔ یہ ساری تاریخی باتیں ہیں جو سب لوگوں کے سامنے ہیں۔ ہم میاں نواز شریف صاحب کی قیادت میں حکومت میں ہیں، اس ملک میں سنی، شیعہ، بریلوی سب کو معلوم ہے کہ PML(N) نے ماضی میں بھی ان کے مفادات کا تحفظ کیا ہے اور آج بھی کر رہی ہے۔ ہم یہ بات کرنا ہی نہیں چاہتے کیونکہ یہ فساد کی بات ہے کہ شیعوں یا سنیوں کے خلاف کچھ ہو رہا ہے۔ انہیں مارا ضرور جا رہا ہے مگر ان کی سب سے زیادہ دادرسی کس جماعت نے کی ہے؟ وہ چاہے اپوزیشن میں ہو یا حکومت اور یہی ہوتا ہے۔ ہم ان کے پاس بار بار چل کر جاتے ہیں اور اگر کوئی بھی کسی فرقے کے خلاف ہتھیار اٹھائے یا ان کا قتل عام کرے، عورتوں کے حقوق کو غضب کرنے کی بات کرے تو ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ ہم سب مسلمان ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ شریعت کیا ہے۔ کوئی گروہ شریعت نافذ نہیں کر سکتا۔ جہاد کا اعلان کوئی گروہ نہیں کر سکتا۔ یہ پاکستان یا دنیا کی کوئی بھی ریاست ہو، وہی شریعت کی بات کر سکتی ہے۔ اس ملک میں اسلامی قانون ہے اور آئین بھی اسلامی ہے لیکن اگر کچھ خرابیاں ہیں تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ election لڑیں، two third majority لیں اور یہاں آکر

جو مرضی تبدیل کر لیں، ہمیں منظور ہوگا۔ اس ملک میں منتخب پارلیمنٹ کے ہوتے ہوئے کہیں اور آئین سے متصادم اس طرح کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، انشا اللہ تعالیٰ نہ ہونے دیں گے۔ آپ نے ہم پر اعتماد کیا ہے کہ مذاکرات کریں تو پورے پاکستان نے اعتماد کیا ہے اور ہم نے اس وقت دباؤ کو برداشت کیا جب ساری دنیا ہمیں پاکستان کے مفاد کے خلاف ورغلا رہی تھی۔ ہم پرویز مشرف تو نہیں ہیں کہ ایک telephone پر ڈھیر ہو جائیں، ہم نے ساری دنیا کے دباؤ کو برداشت کر کے اس ملک میں ایٹمی دھماکے کیے تھے۔ ہم سے اس طرح کی بات کیوں کرتے ہیں؟ جو ظالم ہے، وہ ساری دنیا کے سامنے ہے اور ظلم کی رات بہت زیادہ طویل نہیں ہوتی۔ اس نے ختم ہونا ہوتا ہے۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے  
 خاک صحرا پر جے یا کف قاتل پر جے  
 فرق انصاف پے یا پائے سلاسل پر جے  
 تیغ بے داد پے یا لاشہ بسمل پے جے  
 خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا  
 (مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: یہاں بہت سے لوگوں کے سروں پر بہت سے لوگوں کا خون ہے۔ افغانستان میں جو لاکھوں لوگ مارے گئے ہیں، کون مارنے والوں کے ساتھ تھے اور کون مرنے والے تھے، یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب، پلیز اگر آپ کی یہ cross talk رہے گی تو how can we conclude it?

سینیٹر مشاہد اللہ خان: یہ کہ کون رہا ہے؟

Mr. Chairman: You address the Chair, simple is this.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں تو نہیں کر رہا۔

جناب چیئرمین: اگر یہ بات کرنی ہے تو پھر side rooms ہیں، آپ وہاں بیٹھ کر بات کر لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جو cross talk کر رہے، آپ نے انہیں تو کچھ کہا ہی نہیں۔  
جناب چیئرمین: آپ بات کر رہے ہیں، floor آپ کے پاس ہے، آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں اور بات conclude کر لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں انہیں ہلکا سا جواب تو دوں گا۔ جناب! در جواب آل غزل تو ضروری ہے نا۔

جناب چیئرمین: اس کے لیے اس House کے علاوہ کوئی اور جگہ منتخب کر لیں۔  
سینیٹر مشاہد اللہ خان: ان Houses میں ہی تو سوال اور جواب ہوتے ہیں۔ اچھے بھلے شعر یاد آئے تھے، حاجی صاحب کو نہ شعر سمجھ آتا ہے، نہ ان کو ادب سے لگاؤ ہے، نہ انہوں نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے، انہوں نے سارا motion ہی توڑ دیا ہے۔ شاہی سید پھر بھی کبھی کبھار شعر پڑھ دیتا ہے۔ وہ رکشے وغیرہ پر لکھے ہوئے شعر پڑھتا ہے لیکن بے چارہ محنت تو کرتا ہے، انہیں تو کچھ پتا ہی نہیں ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: وہ بھی شیر ہی ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: وہ آئے یا نہ آئے لیکن اس شیر نے گیارہ مئی کو آپ کو جہاں پر چھوڑا ہے، آپ ابھی وہیں پر ہیں۔ ساڑھے چار سال بعد شیر دوبارہ آئے گا، فکر نہ کریں۔ راجہ صاحب نے کہا ہے کہ کھانی لمبی ہو رہی ہے ورنہ ابھی تو ابتدائی ہے، ذرا گرمی آرہی ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مہربانی فرمائی ہے۔ میں اس House کے ذریعے آپ کے توسط سے پوری قوم کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت مسئلہ نہ حکومت اور اپوزیشن کا ہے بلکہ پورے پاکستان کا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا issue ہے جس کو پچھلے بارہ، پندرہ سال سے address نہیں کیا گیا۔ یہ صرف حکومت نہیں کر رہی بلکہ آپ بھی ہمارے ساتھ مل کے کر رہے ہیں۔ اس میں آپ کا input بھی شامل ہے۔ ہم سب کو تھوڑا سا صبر اور انتظار کرنا چاہیے، اللہ سے دعا کرنی چاہیے اور سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیے کہ اس ملک میں جو

دہشت گردی ہے، یہ ختم ہو۔ یہاں پر ہونے والی خون ریزی ختم ہو۔ یہاں اس صورت حال کی وجہ سے معیشت برباد ہو چکی ہے، بے روزگاری اور مہنگائی ہے، ان کے خاتمے اور اس ریاست کی writ برقرار رکھنے کے لیے جتنا آپ کو غم ہے، اگر ہمیں اس سے زیادہ نہیں تو اتنا ضرور ہے۔ آپ فکر نہ کریں، ہم سب مل کر ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر، کیونکہ یہ مسئلہ نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی بھی ہے، انشا اللہ اس سے نبرد آزما ہوں گے۔ آپ دیکھیے گا کہ ہم اس میں کامیاب ہوں گے کیونکہ ہم نے بندوق نہیں اٹھائی۔ یاد رکھیں کہ نظریے اور بندوق کی جنگ میں ہمیشہ بندوق شکست کھاتی ہے۔ نظریے سے کوئی اور اچھا نظریہ ہی جیت سکتا ہے لیکن بندوق کبھی نہیں جیت سکتی۔ اس ملک میں کافی عرصے سے بندوق کی زبان سنائی دے رہی ہے لیکن بہت سے لوگوں نے اس کا صبر اور جمہوری انداز میں آئین اور قانون کے تحت مقابلہ کیا ہے۔ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگ اسی طرح سے مقابلہ کرتے ہیں اور وقت فتح کی نوید انہیں ہی سناتا ہے۔ واعلیٰنا الابلغ۔

جناب چیئرمین: جی آپ کا شکریہ۔ جی وزیر مملکت برائے داخلہ۔

Winding up Speech by the Minister of State for Interior  
on the Commenced Motion Moved by Senator Mian  
Raza Rabbani

جناب محمد بلینج الرحمن (وزیر مملکت برائے داخلہ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قابل احترام چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ یہ motion honourable Senator Mian Raza Rabbani نے 3<sup>rd</sup> February کو move کیا اور اس پر discussion ہوئی۔ اس سے پہلے اس august House میں law and order situation پر بہت ہی طویل discussion ہوئی تھی، میں نے winding up speech میں اس کے ہر point اور پہلو پر طویل جواب پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس لیے میں آج کوشش کروں گا کہ میں مختصر عرض کروں۔

جناب! اس تقریر کے دوران بہت سی چیزیں سامنے آئیں اور سامنے رکھی گئیں جن میں کراچی کے حالات سے لے کر، بلوچستان کے معاملات تک اور پورے ملک کی law and order situation جیسے points سامنے لائے گئے۔ خاص طور پر جو recent دھماکوں کی wave ہے اور سب سے زیادہ جس پر focus رہا، وہ طالبان کے ساتھ جو مذاکرات چل رہے ہیں، ان پر رہا۔ جناب والا! ہمیں



ایک چیز ذہن میں رکھنی چاہیے کہ law and order بالکل صوبائی مسئلہ ہے اور اس صوبائی مسئلے کے لیے وفاقی حکومت نے ایک بات مکمل طے کی ہوئی ہے، مصمم ارادہ کیا ہوا ہے اور اس کو عملی جامہ پہنایا ہوا ہے کہ ہماری طرف سے مکمل تعاون صوبائی حکومتوں کو ملتا رہے گا چاہے وہ officers کی postings ہوں، مرضی کے IGs یا Chief Secretaries ہوں یا ان کی خواہش کی مطابقت کوئی اور افسران ہوں، اس حوالے سے out of the way question کر کے ایک صوبے سے request کی ہے، اگر دوسرے صوبے کی demand ہے تو وہاں پر بھی وفاقی حکومت نے کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح کی demands پوری کی ہیں تاکہ جس حد تک ممکن ہو سکے، ہم facilitate کر سکیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے ایک national security policy بنائی ہے جو عنقریب آنے گی، اس پر بڑھی محنت کی ہے۔ دنیا میں national security and internal security کی policies ہیں، وہ مختلف ممالک نے بنائی ہیں، برطانیہ کو ایک سال بنانے میں لگا، America نے دو سال بنانے میں لگائے۔ ہم نے پانچ ماہ کے عرصے میں بنا کر Cabinet Committee on National Security کو پیش کیا پھر وہ policy Cabinet کے سامنے بھی پیش کر دی گئی ہے اور ہم توقع کر رہے ہیں کہ وہ جلد ہی نافذ العمل ہوگی۔ اس policy کے مختلف پہلو ہیں، اس میں strategic, operational and secret ہیں لیکن اس میں ایک بنیادی چیز پر بہت زور دیا گیا ہے اور ہم نے اس کو implement کرنا شروع کر دیا ہے۔ جناب چیئرمین! وہ پہلو یہ ہے کہ ہم نے اپنی approach کو preemptive کرنا ہے، اپنی approach reactionary کی بجائے proactive کرنی ہے، واقعات ہونے سے پہلے ان کے سدباب کی کوشش کرنی ہے۔ یہ sense مختلف agencies اور law enforcement میں transfer down کی جا رہی ہے اور اس کے بہتر results آنے شروع ہوئے ہیں، intelligence کی بہت ساری reports کے لیے ایک نظام بنا دیا گیا ہے کہ صوبوں کے ساتھ مکمل طور پر share کیا جاتا ہے، بغیر کوئی وقت ضائع کئے share کیا جاتا ہے۔ ملک میں 26 کے قریب intelligence agencies ہیں، ان میں آپس میں coordination کا جو فقدان تھا، اس کو دور کرنے کے لیے بڑے عملی اقدامات اٹھائے گئے ہیں، اگر کہیں سے کوئی chatter ملتا ہے، کہیں سے کوئی بات ملتی ہے، اس میں جس علاقے کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس کو بغیر وقت ضائع کئے فوری طور پر وہاں پہنچایا جاتا ہے۔ میں اس تفصیل میں نہیں جاؤں گا لیکن کئی ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں جو ہونے سے پہلے آگاہ کر دیے گئے تھے، اس کے باوجود وہ پھر بھی

ہوئے۔ وفاقی حکومت کا جو کام ہے، بہتر طریقے سے intelligence sharing کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس میں کافی کامیابی بھی ہوئی ہے۔

جناب والا! آپ کراچی کے حوالے سے دیکھ لیں، بلوچستان کے حوالے سے دیکھ لیں، یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمیں recently پچھلے کچھ دنوں یا ہفتوں میں ایک زیادہ wave نظر آئی ہے، اگر آپ زیادہ دنوں کا data دیکھیں۔ وزیراعظم نے 3 یا 4 ستمبر کو کراچی میں جا کر Cabinet کی meeting بلائی جس میں seriousness کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کے بعد جو فیصلے کئے گئے، ان میں سندھ کی elected حکومت کو lead دی گئی اور lead کا کردار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں پر ordinances آئے جو ان کی مشاورت سے آئے اور ان قوانین سے جو چیزیں empower کی گئیں، ان کے بعد نتائج سامنے ہیں۔ اس عرصے کو تقریباً پانچ ماہ گزرے ہیں، اگر پانچ ماہ کا data compile کریں اور ان سے پچھلے پانچ ماہ کا data compile کریں تو وہاں پر ہر قسم کی وارداتوں میں واضح کمی ہوئی ہے، چاہے وہ ransom کی ہوں، چاہے dacoities ہوں، چاہے target killings ہوں، چاہے incidents ہوں۔ جناب والا! اگر آپ بلوچستان میں دیکھیں، بلوچستان کا 2013 کا complete data compile ہو کر ابھی آیا ہے، 2013 کا 2012 کا data کی نسبت بہتر ہے، وہاں پر ہر قسم کی وارداتوں، incidents میں بہت کمی آئی ہے۔ یہ 2013 کی کمی آخری چھ مہینوں میں یعنی جولائی سے دسمبر تک بڑی نمایاں ہے، ان میں مزید کمی آئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں hopeful رہنا چاہیے اور یہ جو بہتری کا process آ رہا ہے جس کو وزیراعلیٰ سندھ خود کراچی کا acknowledge کرتے ہیں کہ چیزوں میں 40% reduction ہوئی ہے تو ہمیں بھی اس کو acknowledge کرنا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں کس حد تک وفاقی حکومت اور وزیراعظم نے positive کردار ادا کیا ہے اور اپنے فرض کو سمجھتے ہوئے بہتری کی کوشش کی ہے۔

جناب والا! یہاں پر gas pipeline کے بارے میں بات ہوئی، یہ بالکل ٹھیک ہے کہ gas pipeline کے واقعات ہوئے ہیں۔ Recently رحیم یار خان میں واقعہ ہوا ہے، وہ ignorable نہیں ہے۔ ہم intelligence sharing کا اپنا کام پورا کر رہے ہیں۔ وزیراعظم نے بلوچستان میں ایک مثال قائم کی ہے، وہاں پر اکثریت ہونے، حکومت بنانے کے مواقع ہونے اور lead ہونے کے باوجود nationalist parties کو آگے لایا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہاں پر sentiment بہتر ہوا ہے، واقعات میں drop ہے، یہ اسی بہتری کا نتیجہ ہے اور ہم توقع رکھتے ہیں اور

وزیر اعظم نے ان کو task بھی دیا ہوا ہے کہ وہاں پر جو movements ہیں اور جو اس قسم کے واقعات ہیں، ان میں بہتری لائی جائے گی۔

سینیٹر طلحہ محمود صاحب نے یہاں ایک بڑی اہم بات کی ہے کہ Ministry of Interior پر جو 30% cut ہے، وہ نہیں ہونا چاہیے، ہم ان سے بالکل اتفاق کرتے ہیں، ہم نے already اس چیز کا ادراک کرتے ہوئے Ministry کے اخراجات میں اتنی کمی نہیں کی۔ جہاں جہاں جو requirements تھیں، ان کو بھر پور طریقے سے پورا کیا جا رہا ہے اور باقاعدہ summary Prime Minister کو بھیج دی ہے کہ جو agencies کی operational requirements ہیں اور Ministry کی جو operational requirements ہیں، ان پر cut نہ لگایا جائے۔ اس پر honourable Prime Minister waiver دیں اور we are hopeful کہ انشاء اللہ وہ waiver مل جائے گی۔

خضدار میں قبروں کے بارے میں سینیٹر عبدالرؤف لالہ صاحب نے بات کی اور کچھ اور لوگوں نے بھی بات کی۔ یہ بہت بڑا مسئلہ تھا، اس میں 11 plus dead bodies ملیں لیکن اس مسئلے کو High Court کے جج کی سربراہی میں ایک کمیٹی دیکھ رہی ہے۔ ہم اس august House کو یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ اس میں حکومت کا پورا تعاون بھی رہے گا اور اس کمیٹی کی بھر پور معاونت کی جائے گی، اس کمیٹی کی جو بھی report آئے گی، انشاء اللہ it should take care of the problem اور یہاں پر جو honourable Senators کے concerns ہیں، وہ کمیٹی ان کی تہ تک پہنچے گی۔ صالح شاہ صاحب نے کہا کہ کچھ لوگ جنوبی وزیرستان کے حوالے سے آنا چاہتے ہیں اور اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں تو یہ ان کا democratic حق ہے، وہ ضرور آئیں، ان کی بات سنی جائے گی۔ حکومت ان کی گزارشات کو سننے گی، انشاء اللہ اس پر جو عمل ہو سکے گا، اس کو دیکھا جائے گا۔ دوسرے صوبوں اور دوسری جگہوں سے لوگ آتے رہے ہیں، اس وقت سننے میں آیا ہے کہ کچھ لوگ بلوچستان سے آرہے ہیں تو یہ حکومت کے لیے ongoing process ہے، انشاء اللہ یہ ہوتا رہے گا۔

جناب والا! یہاں پر مذاکرات کے حوالے سے تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ بڑی اہم بات ہوتی رہی ہے۔ اس پر میں بات کرنا بھی چاہتا ہوں لیکن میرے خیال میں اس پر زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ معاملہ بڑی حساس نوعیت کا ہے۔ یہاں پر ابھی بلور صاحب نے، محسن لغاری صاحب نے اور ممبران نے بات کی ہے اور انہوں نے بڑا اچھا comparison پیش کیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ پوری دنیا میں جو اس طرح کی sensitive talks ہوتی ہیں، either they are totally kept

secret یا پھر اس میں cautionary measures لیے جاتے ہیں لیکن آپ دیکھیں کہ حکومت نے ان معاملات کو نسبتاً بہت زیادہ open رکھا ہوا ہے اور so much so کہ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اتنا open نہیں ہونا چاہیے۔ بہر حال جن باتوں کی جہاں پر ضرورت ہو گی انہیں لے کر چلیں گے۔ یہ ہمیشہ سے منتخب حکومت کا اختیار ہے کہ انتظامی امور میں حکومت اپنی lead سے فیصلہ کر سکتی تھی لیکن یہ میاں نواز شریف صاحب کی leadership ہے، اگرچہ اس کام کے لیے حکومت کے پاس mandate موجود ہے لیکن انہوں نے تمام parties کو اکٹھا کیا۔ یہ تمام parties کا unanimous decision تھا کہ ہمیں مذاکرات میں جانا چاہیے۔ آج اگر کچھ لوگوں کی طرف سے اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ مذاکرات میں کیوں گئے تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ اپنی پارٹی پالیسی سے روگردانی کر رہے ہیں یا اتنے تھوڑے وقت میں ان کی پارٹی پالیسی بدل چکی ہے یا آج ان کی پارٹی کے خیالات کچھ اور ہو گئے ہیں۔ ہم ایک unanimous decision آگے لے کر چلے ہیں، تمام parties on board ہونے اور انہوں نے حکومت کو talks کا mandate دیا۔ یہ بھی وزیر اعظم اور حکومت کا mandate تھا کہ وہ کس قسم کی کمیٹی بناتے ہیں، there is always room for improvement میں symbolically کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی طرف سے ایک بہترین کمیٹی بنا لیں تو اس پر بھی اعتراض کرنے والے اعتراض کریں گے کہ نہیں اس سے بھی بہتر ہو سکتا تھا اور ہو سکتا ہے، there is always room for improvement، but we have to start from somewhere۔ اور یہ شروعات ہو چکی ہیں۔ ایک بہتر کمیٹی بنی ہے، کام کا آغاز ہوا ہے، let them work، اس کمیٹی کے بنانے میں کسی قسم کے ulterior motives نہیں ہیں، پورے اخلاص اور اچھی نیت سے یہ کمیٹی بنائی گئی ہے۔

جناب چیئرمین! ہم اس کمیٹی کے ذریعے سے معاملات کو آگے لے کر چل رہے ہیں، ابھی وہ واپس آئے ہیں۔ آج دو بجے وہ کمیٹی حکومت سے مل رہی ہے، وہ حکومت کو up date کرے گی کہ کیا مطالبات سامنے آئے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ talk shows میں بیٹھ کر طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں، talk shows میں جو individuals یا لوگ آتے ہیں، they are speaking their own mind۔ ان کی باتوں کو سن کر ہم یہاں آکر کھنا شروع کر دیں کہ غلط ہو رہا ہے، ہمیں پتا ہی نہیں ہے کہ وہاں کیا ہوا ہے اور ہم کہیں کہ نہیں جناب یہ غلط ہو رہا ہے۔ ایک بات سو فیصد واضح ہے اور وزیر اعظم صاحب نے خود واضح کیا ہے کہ معاملات آئین کے مطابق آگے بڑھیں گے، یہی حلف ہے، یہی commitment ہے اور یہی راستہ ہے آگے جانے کا۔

ہمیں اس detail میں جانے کی ضرورت نہیں، کچھ members نے already بتا دیا ہے کہ صوفی محمد سے کس طرح مذاکرات کیے گئے جو نہ پاکستان کو ماننا تھا اور نہ کسی اور چیز کو ماننا تھا، اسے کس طرح جیل سے رہا کرایا گیا، ایک طرف وزیر اعلیٰ نے دستخط کیے اور دوسری طرف اس کے دستخط ہوئے، جو بھی تھا لیکن آج ہم positive sense میں آگے بڑھے ہیں، ہم دیکھیں کہ جو کمیٹی بنی ہے وہ اچھی بنی ہے، اگر شامل کرنے پر آئیں تو ٹھیک ہے ضرور خاتون ہو، اقلیت ہو، parliamentarians ضرور ہوں، پھر کس کس پارٹی کے ہوں، ٹھیک ہے تمام parties کے ہوں، وہ کتنی بڑی کمیٹی ہوگی، اس کا کیا role ہوگا، کتنا effectively deliver کر سکے گی۔ مان لیا کہ یہ سب تجاویز بہت اچھی ہوں گی لیکن ایک چیز بن گئی ہے، اچھی نیت سے بنی ہے، اچھے لوگ ہیں، ہمیں اسے لے کر آگے چلنا چاہیے۔

جناب والا! یہ بار بار کہا گیا کہ حکومت کسی تذبذب کا شکار ہے، حکومت کسی تذبذب کا شکار نہیں ہے، حکومت کے موقف میں بڑی clarity ہے۔ حکومت نے بڑا واضح کہا تھا کہ ہم مذاکرات کریں گے، کوئی time waste نہیں کیا گیا تھا۔ پہلے کچھ پیش رفت ہوئی جو secretly شروع کی گئی تھی، پھر وہ مسئلہ کس طرح derail ہوا۔ Drone attack سب کے سامنے ہے کہ اس کے بعد تمام معاملات رک گئے اور اب جب ہم تقریباً decision لینے پر آچکے تھے تو پھر طالبان کی طرف سے offer آئی کہ ٹھیک ہے ہم مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ وزیر اعظم صاحب نے خود Lower House میں آکر پوری قوم کو ان مذاکرات کے حوالے سے اعتماد میں لیا۔ یہ اسی confidence سے کیا گیا جو تمام پارٹیوں نے مل کر کیا تھا اسی کے مطابق یہ آگے چلا ہے۔

یہاں طالبان mindsets کی بات کی گئی۔ بالکل ٹھیک ہے، mindsets مختلف جگہوں پر ضرور پائے جاتے ہوں گے لیکن کیا یہ سب mindsets معاشرے میں انہی چار مہینوں میں develop ہو گئے ہیں، مختلف حکومتوں کی پچھلے بارہ پندرہ سال کی جو contributions ہیں، اس میں کس حکومت نے کیا کردار ادا کیا۔ یہ سب لمحہ فکریہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر حکومت بہت سنجیدگی سے کام کر رہی ہے، انشاء اللہ بہت بہتر کام ہوگا، ہمیں توقع رکھنی چاہیے۔ Talks کا یہ پہلا option تھا کہ اس میں کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوگی اور جب تک پوری طرح خدا نخواستہ یہ option exhaust نہیں ہو جاتا تو ہم دوسری طرف نہیں جائیں گے لیکن اگر ضرورت پڑی تو دوسرا option حکومت کے پاس پوری طرح موجود ہے۔ بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. The motion has been talked out. There is Calling Attention Notice at serial No. 5 in the name of Senator Syeda Sughra Imam.

سیدہ صفیریٰ امام صاحبہ! آپ اپنا calling attention notice move کریں۔

Calling Attention Notice by Senator Syeda Sughra Imam  
Regarding Seeking Reciprocity from US and Afghan  
Government

Senator Syeda Sughra Imam: Thank you. Mr. Chairman, I would like to draw attention of the Minister for Foreign Affairs towards a matter of great public importance for Pakistan's national security and foreign policy. The Government of Pakistan and the Foreign Office have a starred position of Pakistan facilitating the reconciliation process in Afghanistan. All relevant Pakistani stakeholders have been working with the US and Afghan Government to facilitate talks with an access to the Afghan Taliban, which has been duly acknowledged by both American and Afghan officials. The Government of Pakistan should have sought reciprocity from the Government of Afghanistan and the US in the facilitation of peace talks with the *Tehrik Taliban Pakistan*. Through this calling attention notice I seek the Government's stance on this important issue.

Mr. Chairman: Thank you. Raja Zafar-ul-Haq sahib, Leader of the House responding to it.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! اس میں جیسے mover نے کہا ہے کہ اگر United States نے ہم سے یہ امداد facilitation کے لیے چاہی تھی اور افغانستان نے چاہی تھی تو اس وقت پاکستان نے ایک role ادا کیا تھا لیکن پاکستان کے داخلی معاملات کے حوالے سے ہم یہ سمجھتے ہیں

کہ ہمیں کسی اور ملک کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس معاملے میں ہماری مدد کرے، یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے اور اسے بہتر طریقے سے handle کر سکتے ہیں۔

Mr. Chairman: Any question? Yes, Syed Sughra Imam *sahiba*.

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, with a lot of respect for the Leader of the House, I would like to ask him that this is exactly “*dakhli maamla*”, there is no dispute or doubt about that but I would like to draw the attention of Leader of the House and yourself Mr. Chairman, to the news report in the New York Times. The New York Times reported very widely and it was carried by the international and the national press, that a Senior Commander by the name Latif Mehsud of the *Tehrik Taliban Pakistan* had been apprehended by US NATO Forces in Afghanistan. The Afghan National Directorate for Security had been providing assistance, not just to the named Commander namely Latif Mehsud but there was an acknowledgement by President Hamid Karzai's spokesman, Aimal Faizi, that the NDS and the Afghan Government had been providing cooperation to other commanders as well.

گزارش ہے کہ جب ہمارا ایک ہمسایہ ملک ہے اور وہاں پر ان کے جو Government Officials ہیں وہ اعتراف کر رہے ہیں۔ US NATO, ISAF Forces مان رہے ہیں، تسلیم کر رہے ہیں کہ TTP کے سینئر کمانڈرز کو وہاں سے کسی قسم کی cooperation مل رہی ہے تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ جب آپ تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کرنے جا رہے ہیں تو افغان حکومت سے یہ بات کرنی یا یہ معاملہ اٹھانا

it would be logical, if the fact of the matter is that it is an internal matter; the talks are internal matter but the acts of the terror that the TTP are waging within Pakistan are coming from somewhere and if there is an acknowledgement that these people are being in fact cooperated by neighbouring government, it is a very serious

admission and after all if Government of Pakistan can provide support for the reconciliation process with the Afghan Taliban why can we not ask for this reciprocity.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی۔ Leader of the House.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! ابھی اس بات کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ جب طالبان کے ساتھ مذاکرات شروع ہوئے یا اس بارے میں فیصلہ ہوا تھا تو اس وقت officially United States کے Foreign Office نے یہ کہا تھا کہ یہ پاکستان کا داخلی معاملہ ہے یہ وہ خود handle کریں گے۔ اس لیے ہمیں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم ایک حکومت کو یا دوسری حکومت کو مدد کے لیے بتائیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ میاں رضا ربانی صاحب! کیا آپ نے کوئی Motion move

کرنا ہے۔ We can't have a discussion and debate on Calling Attention۔ اگر آپ کی intention ہے تو you can put Notice. Rules don't permit for that question on that. We must have some other way to discuss all these issues. میاں صاحب۔ پہلے یہ Motion ہو جائے پھر آپ کو Point of Order پر موقع دیتے ہیں۔ جی میاں صاحب۔

Motion Moved by Senator Mian Raza Rabbani:

Privatization Policy of the Government

Senator Mian Raza Rabbani: I beg to move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 2012 that the requirements of Rule 25,26,29,30 and 133 read with Rule 218 of the said Rules be dispensed with in order to enable the House to discuss the Privatization Policy of the Government under Rule 218.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 263 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate 2012, the requirements of Rule 25,26,29,30 and 133 read with Rule



218 of the said Rules be dispensed with in order to enable the House to discuss the Privatization Policy of the Government under Rule 218.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Mian Sahib, we can have a discussion tomorrow. Afrasiab Khattak Sahib on a Point of Order.

خطک صاحب! ایک منٹ رضا ربانی صاحب Motion move کر لیں۔ جی میاں صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani: I will move the motion.

“That the House may discuss the Privatization Policy of the Government”

Mr. Chairman: Motion will be discussed tomorrow, yes

Afrasiab Khattak Sahib.

#### Points of Order

Senator Afrasiab Khattak: Peace Accord with Taliban in Swat.

سینیٹر افراسیاب خطک: شکر یہ۔ جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہتا تھا کہ یہاں پر ہمارے فاضل دوستوں نے ذکر کیا کہ سوات میں معاہدہ ہوا تھا اور صوفی محمد کے ساتھ بات چیت ہوئی تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مذاکرات میں اور ان مذاکرات میں بہت فرق ہے۔ ہم نے مذاکرات out source نہیں کیے تھے اور out source بھی کیسے کہ گاؤں میں مہمان آئے تھے اور ان کے لیے کھانا پک رہا تھا کہ اتنے میں مہمانوں کا ایک اور لشکر آگیا تو میزبان نے ایک بالٹی پانی اٹھا کر دیگ میں ڈالی، لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ مہمانوں کے مہمانوں کے لیے شور بے کاشور بہ تیار کر رہا ہوں۔ یہ اس طرح کی out sourcing ہے۔ جس دن صوفی محمد نے کہا کہ وہ پاکستان کے آئین کو نہیں مانتا تو اگلے دن اس کے وارنٹ جاری کیے گئے، وہ چھپ گیا اور چند دن کے بعد وہ گرفتار ہوا تو اب تک اس پر مقدمہ چل رہا ہے لیکن کل talk shows میں لوگوں نے کہا ہے کہ وہ پاکستان کے آئین کو نہیں مانتے، مجھے بتایا جائے کہ ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی؟

تیسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ انہوں نے کہا کہ وہاں پر شریعت نافذ ہوئی تھی، وہاں پر ایک نظام عدل نافذ ہوا تھا لیکن وہ پشاور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کی superintendence میں تھا، پاکستان کے قوانین کے اندر تھا۔ کوئی parallel system ہم نے نہیں بنایا اور نہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے facts کو درست کرنے کے لیے یہ مختصر عرض کیا ہے۔ اس کا مقابلہ اس سے کرنا کوئی بات نہیں بنتی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی سعید غنی صاحب۔

### Removal of Chairman PCB

سینیٹر سعید غنی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! PCB کا ایک issue highlight ہوا ہے کہ پی سی بی کے چیئرمین ذکاء اشرف صاحب کو وزیراعظم صاحب نے ہٹا دیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق کچھ عرصہ پہلے آئی سی سی نے یہ لازمی قرار دیا تھا کہ جتنے بھی cricketing nations کے جو boards ہیں وہ independent ہوں گے اور حکومت کی کوئی مداخلت ان میں نہیں ہوگی۔ نیا ایک آئین بنا اور اسی وجہ سے ذکاء اشرف صاحب منتخب بھی ہوئے جن کے انتخاب کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا، ہائی کورٹ نے پہلے ان کو عہدے سے ہٹایا اور بعد میں ہائی کورٹ کے ہی فیصلے سے وہ restore ہو گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وزیراعظم صاحب جو پی سی بی کے Patron in chief بھی ہیں انہوں نے کس قانون یا قاعدے کے تحت پی سی بی کے آئین میں ترمیم کی جس کے تحت ان کو ہٹایا اور پھر ایک کمیٹی بنا دی اور اس کمیٹی کے دو ارکان نے بیٹھ کر نجم سیٹھی صاحب کو دوبارہ چیئرمین منتخب کر لیا ہے۔ اس میں جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ چیئرمین نادرا کو حکومت نے ہٹایا، اس کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے بحال کیا۔ پھر حکومت نے اس پر دباؤ ڈالا، اس کے خلاف تحقیقات کی بات کی اور اس کو مجبور کیا کہ وہ استعفیٰ دے کر چلا جائے۔ پھر اس کے بعد چیئرمین بیسرا کو ہٹایا، چیئرمین بیسرا کو عدالت نے بحال کیا۔ پھر اس پر دباؤ ڈالا گیا اور یہ بات ریکارڈ پر ہے اور اس نے یہ بیان عدالت میں جمع کرایا ہے کہ کس طرح سیکرٹری اطلاعات نے اس کو طلب کیا اور وزیر اطلاعات کا پیغام دیا اور وہاں پر کوئی کمیٹی بنا کر کسی اور کو لگایا جا رہا ہے۔ حکومت کے Accountant General of Pakistan کو ہٹایا، اس کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے بحال کیا۔ اب سنا ہے کہ اس کے خلاف بھی کوئی انکوائری شروع کی گئی ہے کہ اس کو دباؤ میں لایا جائے۔ اسی طرح ذکاء اشرف صاحب کو عدالت نے بحال کیا اور حکومت جو پہلے ہم پر یہ

الزامات لگاتی تھی کہ ہم عدالتوں کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے حالانکہ ہم نے عدالتوں کے تمام فیصلے تسلیم کیے۔ آج وہ حکومت جو عدالتوں کے فیصلوں پر عمل درآمد کی چمپئن بنتی تھی نہ صرف یہ کہ عدالتی فیصلوں کو تسلیم نہیں کر رہی بلکہ اس کے نتیجے میں بحال ہونے والے لوگوں پر غیر آئینی، غیر قانونی دباؤ ڈال کر انہیں عمدے چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہے۔

جناب چیئرمین: مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

### Kidnapping of Ulema

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری (وزیر مملکت): شکر یہ۔ جناب چیئرمین! میں نے کل بھی اس پر بات کی تھی۔ میں نے چند دن پہلے بھی یہاں اس ایوان میں گزارش کی تھی کہ شکار پور کے علاقے میں چار فروری کو ہمارے تین علماء کرام اغوا کیے گئے ہیں۔ مولانا محمد اللہ صاحب ہمارے شوروی کے رکن بھی ہیں اور اپنے ضلع میں ان کا ایک بڑا منصب ہے۔ اس کے ساتھ قاری عبدالرحمان صاحب ہیں، قاری رفیع اللہ صاحب ہیں یہ ان کے دوست ہیں، ان کا تعلق کوٹہ سے ہے۔ پانچ فروری کو جبک آباد، شکار پور اور سکھر کی سڑکیں بند ہوئیں سات فروری تک تین دن مسلسل دھرنا رہا۔ کھنسر اور ڈی آئی جی آئے اور انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ ہم دو تین دن میں مغوی حضرات کو برآمد کریں گے لیکن دو تین دن گزر گئے اس کے باوجود بھی وہ برآمد نہیں ہو سکے۔ آٹھ تاریخ کو قومی شاہراہ جو پنجاب اور سندھ کو ملاتی ہے وہ بلاک کی گئی، وہاں پر دھرنا ہوا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایس پی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اور مذاکرات ہوئے، اس کے بعد وہ دھرنا ختم ہوا۔

جناب چیئرمین! لیکن بد قسمتی سے اب تک ہمارے یہ لوگ رہا نہیں ہو سکے۔ شکار پور ڈاکوؤں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ کراچی سے اگر لوگ اغوا ہوتے ہیں تو اسی علاقے میں لائے جاتے ہیں۔ سندھ میں کچے کے علاقے میں، دریائے سندھ کے کنارے ان کی بڑی بڑی کمپنیاں ہیں، مغوی لوگوں کو وہاں رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں یا تو صوبائی حکومت ڈاکوؤں کے سامنے بالکل بے بس ہے یا پھر پولیس کا جو lower staff ہے میں یقین کے درجے تک بات کرتا ہوں کہ وہ ڈاکوؤں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ بھتے بھی لیتے ہیں۔ اس وقت بھی میں نے آپ کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ اس ایوان کے حوالے سے وزیر اعلیٰ تک بات پہنچ جائے، صوبائی حکومت تک بات پہنچ جائے۔ مجھے بتایا گیا کہ اب تک، ایک ڈیڑھ ماہ کے اندر شکار پور سے 12 افراد اغوا کیے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ وہاں زور و شور سے جاری ہے اور عام

لوگوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ 17 جنوری کو سکھر سے ہمارے ایک قاری صاحب کو اٹھایا گیا۔ ان کا بھی ابھی تک کوئی اتنا پتا نہیں ہے۔ کیا یہ کوئی سیاسی انتظامی کارروائی ہے یا پھر حکومت ڈاکوؤں کی سرپرستی کر رہی ہے، آخر کیا وجہ ہے؟ گل میں نے رضا ربانی صاحب سے بھی بات کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اس floor پر کھڑے ہو کر آپ کو یقین دہانی کراؤں گا، آپ walk out نہ کریں، میں آپ کو یقین دہانی کراؤں گا، میں وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کروں گا اور انشاء اللہ، یہ مسئلہ حل ہوگا۔ میں ان کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ وہ اگر ہمیں یقین دہانی کراتے ہیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو پھر ہم token walk out کریں گے۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! ابھی تو آپ Treasury Benches پر بیٹھے ہیں، ماشاء اللہ، ابھی Minister of State ہیں۔ آپ کا گلہ وفاقی حکومت سے ہے یا صوبائی حکومت سے؟ میں لیڈر آف دی ہاؤس اور لیڈر آف دی اپوزیشن، دونوں سے request کروں گا کہ مولانا صاحب کا issue حل کروائیں، ان کے جو بندے kidnap ہوئے ہیں اس مسئلے کو resolve کروا کر دیں۔ اس ہاؤس میں آپ کے سامنے انہوں نے کہا ہے، being a Minister of State وفاقی حکومت کی helplessness نظر آ رہی ہے۔

سینیٹر اعجاز احسن: وزیر مملکت اگر walk out کریں گے تو تاریخ کا ایک نیا chapter

ہوگا۔

Mr. Chairman: Due to this, I have made a joint request to the Leader of the House and the Leader of the Opposition, kindly help him out. Maulana sahib.

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب! آپ نے خود سوال اٹھایا۔ صوبے میں پیپلز

پارٹی کی حکومت ہے۔

Mr. Chairman: Maulana sahib, we cannot have a discussion now. I have made a request to both the honourable Leader of the House and the Leader of the Opposition.

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جب آپ خود اس طرح کے سوالات اٹھاتے ہیں تو پھر

ہمیں جواب دینے کا حق بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟ میں کہہ رہا ہوں کہ یہ صوبائی حکومت کا مسئلہ ہے، اس

لیے میں ان سے request کر رہا ہوں کہ آپ ہماری بات صوبے تک پہنچائیں، صوبائی مسئلہ ہے، ڈسٹرکٹ کا مسئلہ ہے اور پولیس، چوروں کے ساتھ ملی ہوئی ہے، ان کا بڑا منافع بخش کاروبار ہے اور ہو سکتا ہے کہ اوپر افسرانِ بالاتک یہ سارا کچھ پہنچتا ہو۔

جناب چیئرمین: جی لیڈر آف دی ہاؤس۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب! میں مولانا صاحب کو ابھی اپنے چیئرمین میں لے جاتا ہوں

اور وزیر اعلیٰ سے بات کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولانا صاحب! لیڈر آف دی ہاؤس نے جب کہا کہ وہ چیف ایگزیکٹو سے بات کریں گے اور آپ خود بھی کابینہ میں بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ جانتے ہیں کہ وفاقی حکومت، صوبائی حکومت کے ساتھ اس معاملے کو take up کر سکتی ہے۔ جی حاجی غلام علی صاحب۔

#### Withdrawal of Tax Relief

سینیٹر حاجی غلام علی: شکریہ چیئرمین صاحب۔ میرا ایک point of order ہے۔ اس سے پہلے جناب الیاس احمد بلور صاحب نے خیبر پختونخوا کے پیکیج پر بات کی ہے، میں بھی وہی بات دہرانا چاہتا ہوں کہ ہمارا صوبہ the most affected ہے۔ صوبائی حکومت اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے مل کر اس صوبے کو ایک پیکیج دیا تھا۔ اس وقت جب ہم اس ہاؤس میں اپوزیشن میں تھے تو اپوزیشن لیڈر جناب اسحاق ڈار صاحب ہر وقت فرماتے تھے اور ہم سنتے تھے کہ اس ہاؤس میں فنانس منسٹر نہیں آتا، اس ہاؤس میں مہینے میں وزیر داخلہ نہیں آتا اور اس ہاؤس میں دو مہینوں کے دوران پرائم منسٹر نہیں آتا۔ آج تو ہم ان لوگوں کا شکریہ ادا کریں گے کہ کم از کم مہینے دو مہینے میں تو آتے تھے۔ اسحاق ڈار صاحب تو میرے خیال میں اس ہاؤس میں آتے ہی نہیں اور وزیر اعظم صاحب تو آتے ہی نہیں۔ ہم ان سے کیے بات کریں کہ ہماری ان سے ملاقات ہی نہیں ہوتی۔ لیڈر آف دی ہاؤس جو ہمارے بڑے بھی ہیں، میں ان سے request کروں گا کہ خیبر پختونخوا کی business community میں بہت زیادہ بے چینی پائی جاتی ہے، ایک پانی جو پیا جا چکا ہے اور حکومت حلق میں انگلی ڈال کر کہتی ہے کہ اس پانی کو واپس کرو اور ہمیں value added tax دو۔ اس کے لیے میں راجہ ظفر الحق صاحب سے request کروں گا کہ وہ حکومت کے ساتھ ہماری بات کرانے، الیاس بلور صاحب ہو جائیں گے، حاجی عدیل صاحب

ہو جائیں گے، ہم دو چار بندے ہو جائیں گے، ان سے بات کریں گے کہ ہمارے صوبے کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔

Mr. Chairman: Thank you. Sughra Imam *sahiba*, are you on a point of order.

#### Clarification Regarding Calling Attention Notice

Senator Syeda Sughra Imam: Thank you Mr. Chairman. I just wanted to make a clarification. This was regarding the earlier issue that I had raised by a Calling Attention Notice.

The Leader of the House said that perhaps the U.S. Government had distanced itself from the episode that I had mentioned which was the capture of a senior T.T.P. Commander who was in the custody of Afghan Forces. I just wanted to point out that U.S. Secretary of State John Kerry and President Hamid Karzai held a joint press conference in Kabul in November. Secretary Kerry admitted in that conference that U.S./NATO and ISAF did capture that T.T.P. Commander. I just want to clarify the position and bring that on the record.

Mr. Chairman: Sughra *sahiba*, you want to force through this Calling Attention Notice. They have made a reply for that. Mian Raza Rabbani *sahib*.

سینیٹر میاں رضاربابانی: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ گزار ہوں۔ کل privatization کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ بحث ہو گی لیکن آج ایک urgent importance کی چیز ہے، جو اخبارات میں رپورٹ ہوئی ہے، کل اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ electricity distribution companies کو privatize کیا جائے اور اس کی مخالفت صوبہ سندھ کے چیف منسٹر نے CCI کی میٹنگ میں کی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے بڑے واضح الفاظ میں یہ بات کہی ہے کہ ہم privatization کی مخالفت کریں گے کیونکہ اس سے مزدوروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ کہنا کہ یہ ادارے خسارے میں جا رہے ہیں تو کل تفصیل سے ہم اس کا way out بتائیں گے۔ On behalf of

Pakistan Peoples Party میں اس فیصلے کے خلاف walk out کرتا ہوں اور میری گزارش ہوگی دیگر اپوزیشن جماعتوں سے کہ وہ اس میں ہمارا ساتھ دیں۔  
(اس موقع پر اپوزیشن اراکین ایوان سے walk out کر گئے)

جناب چیئرمین: جناب صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر محمد صالح شاہ: شکر یہ جناب چیئرمین۔ میں point of order کی وساطت سے اپوزیشن اراکین سے جو ہمارے لیے نہایت محترم اور قابلِ قدر ہیں، کچھ تحفظات کا اظہار کرنا چاہ رہا تھا۔ جو موجودہ صورت حال ہے، حکومتی کمیٹی ہے اور دوسری طرف سے طالبان کی کمیٹی کا عمل شروع ہے اور مذاکرات کا ایک سلسلہ شروع ہے، ظاہر ہے کہ ان کو حق ہے کہ وہ اپنے تحفظات کا اظہار کریں بلکہ یہ ہر parliamentary کا حق ہے لیکن تحفظات کا اظہار علیحدہ چیز ہے اور تنقید برائے تنقید ایک علیحدہ چیز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک نازک مسئلہ ہے۔ یہ صرف حکومت کا مسئلہ نہیں ہے، مسلم لیگ (ن) کا مسئلہ نہیں ہے، یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے، پورے پاکستان کے مردوزن اور ہر شہری کا حق بنتا ہے۔ جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ اگر تنقید برائے تنقید کی جائے تو ظاہر ہے پچھلے ادوار میں بھی جیسا کہ یہاں صوفی محمد صاحب کا ذکر آیا، صوفی محمد صاحب ایک ایسا آدمی ہے جو پورے ایوان کو پتا ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! اس موضوع پر discussion ہو چکی ہے، ابھی پھر آپ نے point of order پر بات شروع کر دی ہے۔ میں سمجھا کہ آپ کوئی اور بات کرنا چاہ رہے ہیں۔ اب اس موضوع پر concluding بحث ہو چکی ہے، منسٹر صاحب نے جواب دے دیا ہے تو اس کو پھر دوبارہ اٹھانا مناسب بات نہیں ہے۔ آپ نے پہلے اس motion پر تقریر بھی کر لی ہے، اب point of order پر گزارشات نہیں ہو سکتیں۔ جب میں نے motion کے بارے میں ruling دے دی کہ motion has been talked out تو اب پھر آپ issue raise کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا بہت شکر یہ۔

I would remind the honourable members that the point of order is only for two minutes. I cannot give a permission to exceed beyond two minutes. We cannot have a debate on points of order.

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: جناب! ابھی باقی بھی سب بول رہے تھے۔

جناب چیئرمین: آپ نے rule بنایا ہے،

you being the Chairman of the Committee, you made this rule.

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: جناب چیئرمین! میں نے rule بنایا ہے، مجھے rule کا پتا ہے لیکن آپ سب کو روکیں۔

جناب چیئرمین: میں تو سب کو request کرتا ہوں۔

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: جناب والا! میں تو صرف دس منٹ کے لیے بولا تھا، لوگ تو بیس بیس منٹ بول رہے ہیں۔

Mr. Chairman: Should we amend that rule, let's withdraw that rule then. I only reminded you Col. Sahib, whatever you have mentioned, thank you.

#### Arrest of MQM's Workers by Law Enforcement Agencies

سینیٹر کرنل (ر) سید طاہر حسین مشہدی: جناب چیئرمین! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کراچی میں ایک operation کیا گیا، یہ متحدہ قومی موومنٹ نے مانگا، الطاف حسین بھائی نے مانگا کیونکہ وہ کراچی کو criminals سے crunch کرنا چاہتے تھے۔ اُس وقت معزز وزیراعظم نے کہا تھا کہ ایک monitoring team ہوگی جو یہ دیکھے گی کہ ظلم نہ ہو۔ اب وہ operation politicize ہو گیا ہے، گیارہ ہزار لوگ پکڑے گئے ہیں جبکہ آج بھی روزانہ پندرہ آدمی مارے جا رہے ہیں، آج بھی بھتہ خوری جاری ہے، آج بھی kidnaping for ransom جاری ہے، آج بھی criminal gangs موجود ہیں تو وہ گیارہ ہزار آدمی کدھر ہیں؟ ان میں سے ایک بھی آدمی کو عدالت میں نہیں لایا گیا، ایک پر بھی due process of law نہیں ہوا، ابھی تک ایک بھی آدمی convict نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین! ہمارے workers کو بے دردی سے اٹھایا جا رہا ہے اور ان پر ظلم کی حد کی جارہی ہے۔ فہم عزیز کی شادی ہوئی، وہ اپنی دلہن کو لے کر گاڑی میں بیٹھا، پولیس والے بنستے ہوئے آئے اور اسے لے گئے، اسے مار مار کر ICU میں ڈال دیا گیا۔ ہمارے سلمان نورالدین کو custody میں مار



دیا گیا اور کل ہمارے ایک اور آدمی محمد عدیل کو custody میں لیا گیا۔ اس وقت ہمارے 42 missing persons ہیں، وہ لاپتہ ہیں، ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے؟ ہمارے دفتروں پر raids کروائے جا رہے ہیں، in the name of operation، یہ ہر قسم کی harassment کر رہے ہیں۔ آپ operation کریں، آج بھی متحدہ قومی موومنٹ کی demand ہے کہ criminals کے خلاف operation کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، شاہی سید صاحب۔

### Strengthening of State Institutions

سینیٹر شاہی سید: شکریہ، جناب چیئرمین! پاکستان کے معزز اداروں کی جو تذلیل ہو رہی ہے اس معزز ایوان کی توجہ اُس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ ملک آئین اور rules پر چلتا ہے اور ان کی implementation اداروں کا کام ہے، ان اداروں میں انتظامیہ اور عدلیہ دونوں آتے ہیں۔ انتظامیہ میں فوج، ایف سی، رینجرز اور پولیس شامل ہے۔ یہ ہمارے وہ ادارے ہیں جن کی ہمیں خود respect کرنی ہے۔ عدلیہ کے ساتھ کیا ہوا؟ یہ بات باقاعدہ record پر موجود ہے کہ جج کہتا ہے کہ مجھ پر اتنا pressure تھا کہ ملزم بولتا رہا کہ اس نے قتل کیا لیکن میں یہ لکھتا رہا کہ اس نے کوئی قتل نہیں کیا۔ میڈیا یہاں بیٹھا ہوا ہے، اس کی زبان بندی کی ہوتی ہے۔ پہلے 1992 کے operation میں حصہ لینے والے ایک ایک آدمی کو شہید کیا گیا۔ موجودہ دور میں پولیس کی mobile vans پر گرنیڈ پھینکنے جا رہے ہیں اور اس کا morale تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ رینجرز پر خودکش حملے ہو چکے ہیں۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا اور رسول کے واسطے وفاقی اور صوبائی حکومت ایک page پر آجائیں، اس وقت یہ سیاست کر رہی ہیں، وزیر اعلیٰ کہتے ہیں کہ وزیر داخلہ صاحب سنجیدہ نہیں ہیں اور وزیر داخلہ کہتے ہیں کہ کپتان صاحب سنجیدہ نہیں ہیں۔ میں آج اس ایوان میں حلفا کہتا ہوں اور یہ بات record پر لائی جائے کہ وہ دونوں آپس میں تخلص نہیں ہیں اور اداروں کا morale تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ ہمیں ان اداروں کو بچانا ہے، اگر ان میں کالی بھیڑیں ہیں تو ان کے خلاف کام کرنا چاہیے۔ خدارا! اداروں کو بچائیں، اچھے ادارے، مضبوط ادارے، مضبوط پاکستان بنائیں گے نہیں تو پھر جنگل کا قانون بنے گا۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Wednesday, the 12<sup>th</sup> February, 2014 at 10:30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, the 12<sup>th</sup> February, 2014 at 10:30 a.m.]